
بچپن کی نظمیں
پروفیسر خالد بزمی
A.Raheem

بچپن کے نغمے

(بچّوں کی نظمیں)

خالد بزمی

ترتیب

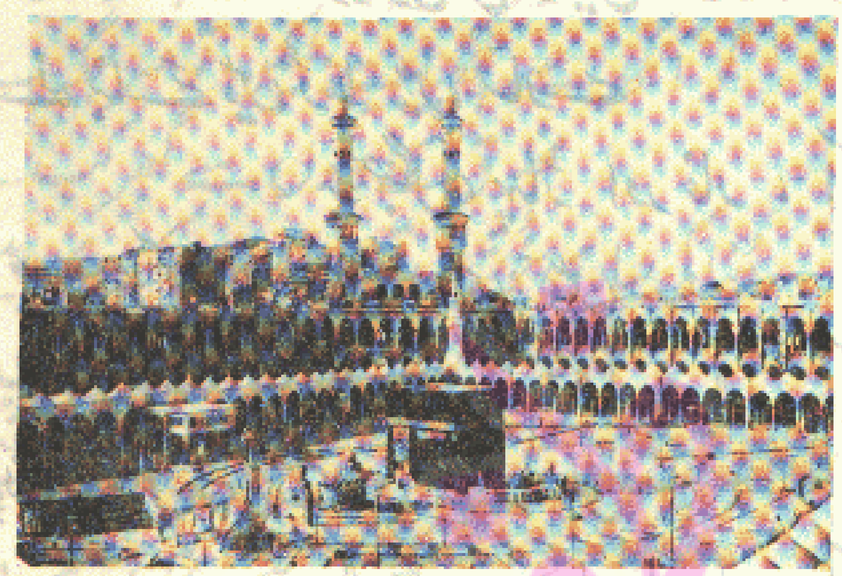
پہلے یہ پڑھیے

میں بُنیادی طور پر بچّوں کا شاعر نہیں ہوں۔ اِس کے باوجود بچّوں کی نظموں کا یہ مجمُوعہ آپ کے سامنے ہے، تو اس کی صُورت یہ ہے کہ، جنوری ۱۹۵۳ء میں، فیروز سنز لمیٹڈ کے شعبۂ تصنیف و تالیف کے ایک بزرگ رُکن جنابِ مقبُول انور داؤدی کی خواہش اور کہنے پر مجھے بچّوں کے مشہُور و مقبول رسالے ماہنامہ "تعلیم و تربیت" کی اِدارت کا فخر حاصل ہوا۔ میں یہ فرض دسمبر ۱۹۵۵ء تک انجام دیتا رہا۔ اس مجمُوعے کی زیادہ تر نظمیں اِسی دور سے تعلّق رکھتی ہیں۔

اگست ۱۹۷۵ء میں فیروز سنز کی اُردو مطبوعات کے اڈیٹر، جناب سعید لخت، نے ایک بار پھر مجھے بچّوں کے لیے لکھنے پر مائل کر لیا۔ کچھ نظمیں میں نے گزشتہ تین برسوں میں لکھیں۔ اب یہ ساری نظمیں، اس مجمُوعے کی صُورت میں، آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں سے اکثر نظموں میں بچّوں کے لیے، کوئی نہ کوئی، سبق پوشیدہ ہے۔ بچّوں نے انھیں پسند کیا تو مجھے خوشی ہوگی۔

خالد بزمی

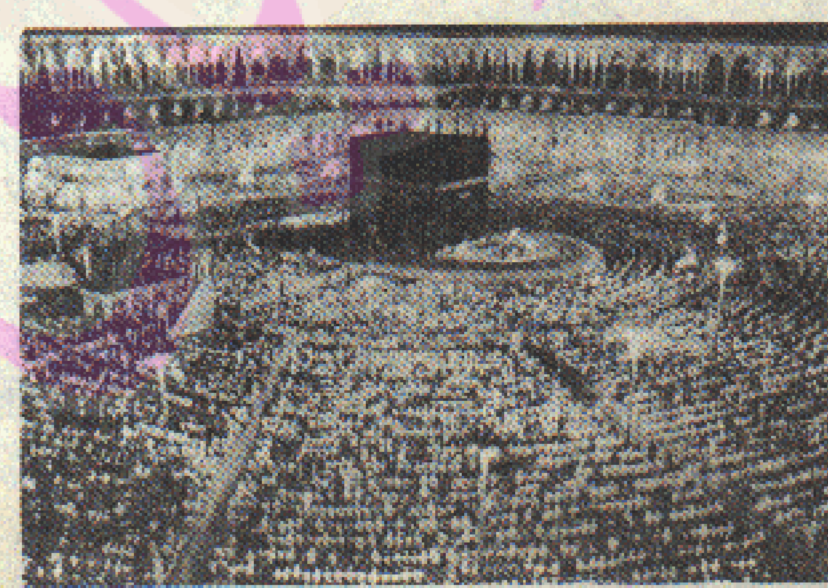

بسم الله الرحمن الرحيم



ایک تُو ہے!

جہانوں کا پروردگار، ایک تُو ہے
جو بخشے دلوں کو قرار، ایک تُو ہے
مُصیبت کے ماروں کا ہمدرد اِک تُو
غریبوں کا بھی غمگسار، ایک تُو ہے
ہے جس کی عنایت سے جنگل میں رونق
ہے جس سے چمن میں نکھار، ایک تُو ہے
زمانے کے اُجڑے ہوئے گلشنوں میں
جو ہر سال لائے بہار، ایک تُو ہے

پھلوں اور پھولوں سے جس نے سجائی
درختوں کی رنگیں قطار ، ایک تُو ہے
وہ جس نے بنائے ہیں دُنیا میں سارے
یہ جنگل، پہاڑ اور غار ، ایک تُو ہے
سمندر میں جو کشتیاں چل رہی ہیں
جو اُن کو لگاتا ہے پار ، ایک تُو ہے
سب اِنسان ہیں جس کے در کے سوالی
گداگر ہوں یا تاجدار ، ایک تُو ہے
گنہ گار بندوں کی ساری خطائیں !
جو یُوں بخش دے بار بار ، ایک تُو ہے
جہاں میں کہاں ہے کوئی اور تجھ سا
جو ہر اِک سے کرتا ہے پیار، ایک تُو ہے



پھولوں میں تیری خوشبو!

پھولوں میں تیری خوشبو، تاروں میں نورُ تیرا
ہر شے میں جلوہ گر ہے یارب! ظہُور تیرا

گو آنکھ سے چھُپا ہے لیکن تو ہر جگہ ہے
مخلوق کے دِلوں سے گھر کب ہے دُور تیرا

دُنیا کی ساری خُوشیاں تو نے ہی ہم کو دی ہیں
ہر دِل میں بس رہا ہے یارب! سُرور تیرا

یہ چاند اور تارے، یہ پھُول اور غُنچے
سب حُکم مانتے ہیں ہر دم ضرور تیرا

یارب! تِرے کرم کا اِنکار کس طرح ہو
قطرے میں آب تیری، ذرّے میں نُور تیرا

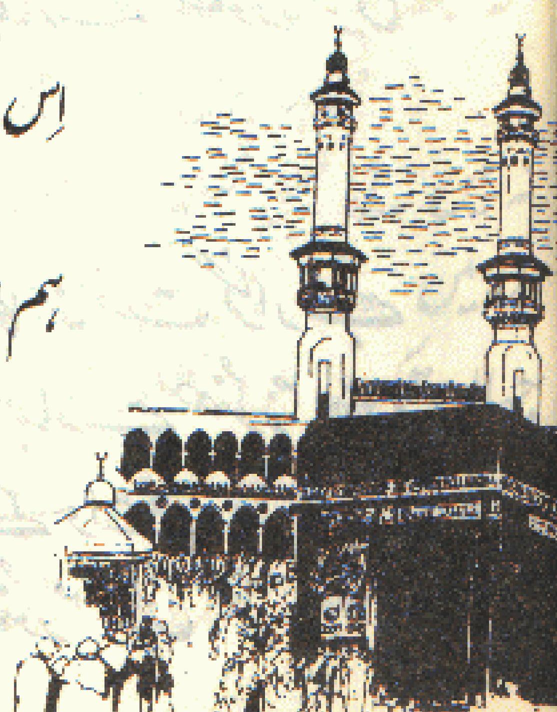
دِن ہو کہ رات ہر دم سب ذِکر کر رہے ہیں
اِنسان اور فرشتے، جِنّ اور حُور تیرا

اِس باغِ زندگی میں رونق ہے تیرے دم سے
نغمہ سُنا رہے ہیں مِل کر طیُور تیرا

ہم اپنے آپ کو بھی کیسے سمجھ سکیں گے
جب تک کہ ہو نہ جائے حاصِل شعُور تیرا

بزمی کے دِل کی یارب! اِتنی ہی آرزو ہے
ہو جائے اُس کے دِل کو حاصِل حُضور تیرا







ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اِس باغ کی بہار ہمارے حضورؐ ہیں
دُنیا کے تاجدار ہمارے حضورؐ ہیں

ٹُوٹے ہُوئے دِلوں کا سہارا ہے اُن کی ذات
ہمدرد و غمگسار ہمارے حضورؐ ہیں

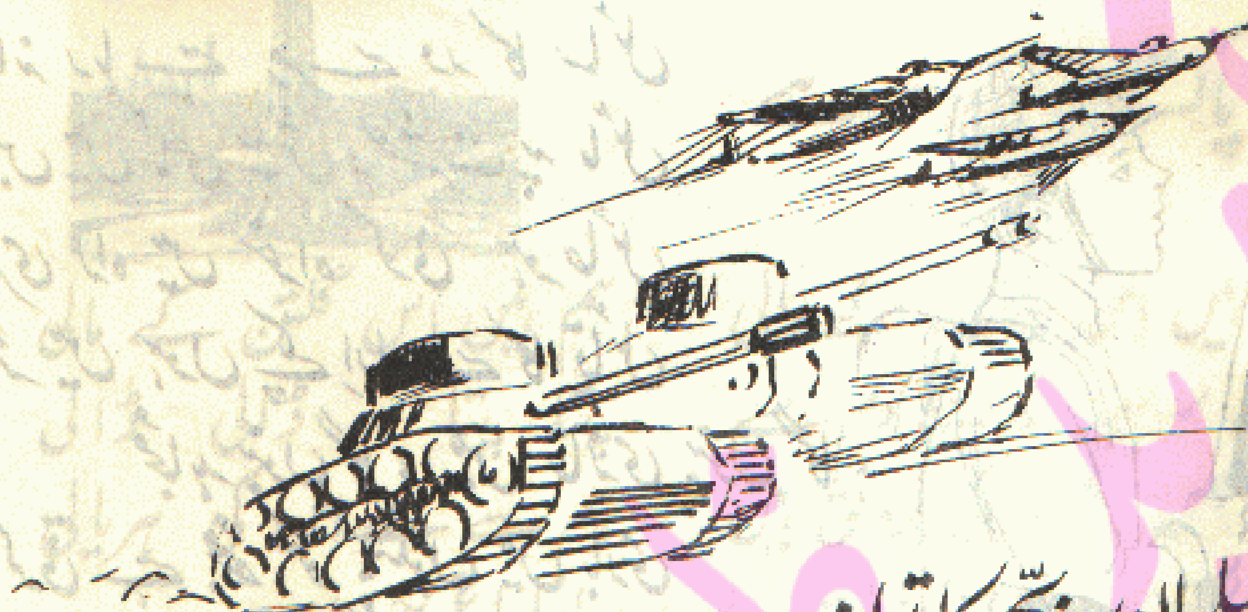
دُنیا میں امن اور خوشی اُن کے دم سے ہے
ہر قلب کا قرار ہمارے حضورؐ ہیں

اُنؐ کے وجُودِ پاک سے اِنساں عظیم ہے
اِنسان کا وقار ہمارے حضورؐ ہیں

کرتا ہے دُشمنوں کو یہاں کون یُوں معاف
دُنیا سے بُردبار ہمارے حضورؐ ہیں

سارا زمانہ آپؐ کا خدمت گُزار ہے
عظمت کے کوہسار ہمارے حضورؐ ہیں

بزمی! گناہگاروں کی بخشش کے واسطے
کِس درجہ بے قرار ہمارے حضورؐ ہیں



مُسلمان بچّے کا ترانہ



خُدا نے عطا کی ہے مجھ کو یہ فطرت
کہ ورثے میں پائی ہے میں نے شجاعت
مجھی کو خُدا نے یہ بخشی ہے عظمت
کہ مجھ کو ملی ہے زمیں کی خلافت
مُجاہد بنوں گا، میں غازی بنوں گا

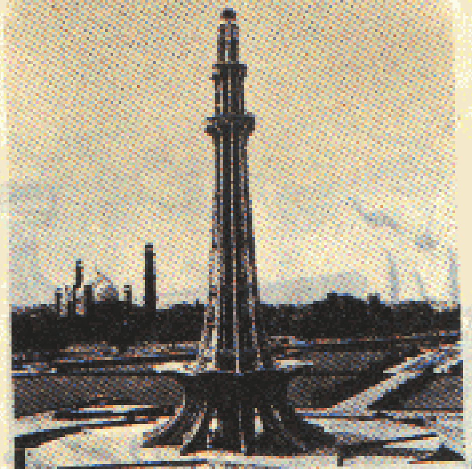
نہ میں نے کبھی ظُلم و جور آزمایا
نہ میں نے کبھی بے کسوں کو ستایا
جہاں تک ہوا ظلم کو بس مٹایا
یہی پھر مری آرزو ہے خُدایا!
مجاہد بنوں گا، میں غازی بنوں گا



زمانہ رہا ہے مرے در کا سائل
نہیں میں کبھی عیش و عشرت پہ مائل
مری راہ میں خواہ کوئی ہو حائل
مگر میں ہوں پکّے اِرادے کا قائل
مُجاہد بنوں گا، میں غازی بنوں گا

بلا کرتی ہے مجھ کو جنگوں میں باری
مری عُمر ایسے ہی گزری ہے ساری
نہ ہرگز ہوا مجھ پہ کچھ خوف طاری
میں کرتا رہا ظُلم و باطل کو عاری
مُجاہد بنوں گا، میں غازی بنوں گا

بتا دُوں گا یہ ساری اقوام کو میں
کہ دُنیا میں آیا ہُوں کچھ کام کو میں
جگاؤں گا ہر مُلکِ اِسلام کو میں
عراق و عرب، مصر اور شام کو میں
مُجاہد بنوں گا، میں غازی بنوں گا



پاکستان ہمارا ہے

ہم ہیں اِس دولت کے والی   ہم ہیں اِس گلشن کے مالی
ہے سرسبز ہمارے دم سے   پتّا پتّا ، ڈالی ڈالی
ہم اِس گلشن کی رونق ہیں   ہم سے ہے اِس کی ہریالی
ہم نے اپنی محنت سے یہ سارا باغ نکھارا ہے
پاکستان کے پیارے بچّو ! پاکستان ہمارا ہے

پاکستان کی ہر شے پیاری   سب سے نرالی اور نیاری
پتّا پتّا جھُوم رہا ہے   لہراتی ہے کیاری کیاری
ہر جانب رونق چھائی ہے   ناچ رہی ہے بادِ بہاری
پاکستان کا پرچم پیارا جس پر چاند ستارا ہے
پاکستان کے پیارے بچّو ! پاکستان ہمارا ہے

پاکستان سے اپنی عزّت   پاکستان سے اپنی عظمت
ساری دُنیا میں قائم ہے   پاکستان سے اپنی شوکت
پاکستان کے رہنے والو !   تم پر ہو اللہ کی رحمت
پاکستان نے پستی سے ہم سب کو آج اُبھارا ہے
پاکستان کے پیارے بچّو ! پاکستان ہمارا ہے

آزاد ہیں ہم

جن شیروں کی اولاد ہیں ہم ساری دُنیا کو یاد ہیں ہم
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

ہم پاکستان کے بچّے ہیں ہم اپنی بات کے سچّے ہیں
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

ہم آگے بڑھنے والے ہیں ہم لکھنے پڑھنے والے ہیں
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

ہم حق کی خاطر اَڑتے ہیں ہم حق کی خاطر لڑتے ہیں
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

ہم میں اِسلام کی غیرت ہے ہم پر دُنیا کو حیرت ہے
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

ہم عزّت کرنے والے ہیں عزّت پر مرنے والے ہیں
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

ہم اپنے وطن کے سپاہی ہیں دُشمن کے حق میں تباہی ہیں
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

ہاں خالدؓ کی تلوار ہیں ہم ہاں طارقؒ کا کردار ہیں ہم
آزاد ہیں ہم ۔ آزاد ہیں ہم

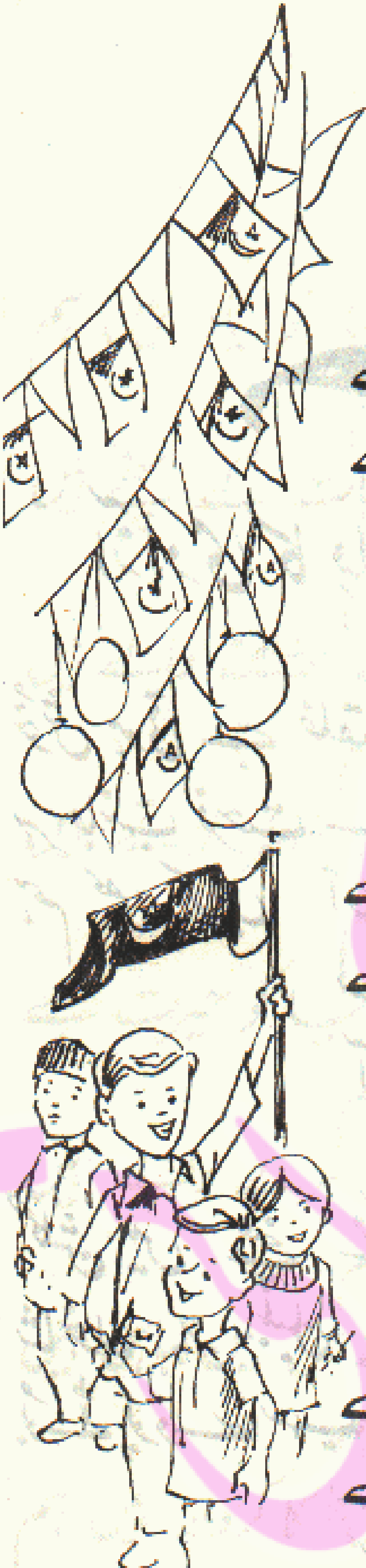


آزادی کا دِن آیا ہے



خُوش ہوتی ہے خلقت ساری
ہر جانب فرحت ہے طاری
ہم بھی کریں آؤ تیّاری
سب کے لیے خوشیاں لایا ہے
آزادی کا دِن آیا ہے

گُلشن میں غُنچے مہکے ہیں
شاخوں پر بلبل چہکے ہیں
بُوٹے پودے سب لہکے ہیں
ہر شے پر جوبن چھایا ہے
آزادی کا دِن آیا ہے



آزادی کی شان نرالی
شان نرالی ، آن نرالی
آن نرالی ، بان نرالی
سبز پھریرا لہرایا ہے
آزادی کا دن آیا ہے

پاک وطن میں راج ہمارا
تخت ہمارا ، تاج ہمارا
ہر دل خُوش ہے آج ہمارا
خُوشیوں کا تحفہ لایا ہے
آزادی کا دِن آیا ہے

اپنا پاک علَم لہراؤ
اُٹھو ، اُٹھ کر خُوشی مناؤ
اُچھلو ، کُودو ، کھیلو ، گاؤ
حق نے یہ دِن دِکھلایا ہے
آزادی کا دِن آیا ہے



پاکستان کے پیارے بچّو!

آزادی کے گیت سناؤ — آزادی کے نغمے گاؤ
آپس میں مل جل کر سارے — آزادی کی خوشی مناؤ

اس دن ہم آزاد ہوئے تھے — اس دن ہم دلشاد ہوئے تھے
اپنے پاک وطن میں مل کر — عزّت سے آباد ہوئے تھے

پاکستان کا پرچم پیارا — جس پر چمکے چاند اور تارا
سب کی جانوں کا رکھوالا — سب کی عزّت کا گہوارا

پاکستان کے پیارے بچّو! — علم سے دنیا روشن کر دو
اپنے بزرگوں کی عزّت سے — دنیا کا ہر گوشہ بھر دو

خالدؓ کی تلوار بنو تم — طارقؒ کا کردار بنو تم
اے بچّو! غازی بن جاؤ — قوموں کے سردار بنو تم

قائدِ اعظمؒ کا پیغام

تُم ہو پاکستان کی عزّت تُم ہو پاکستان کی دولت
تُم سب کو روشن کرنا ہے اپنے پاک وطن کا نام
ہر محفل میں کردو عام
قائدِ اعظمؒ کا پیغام

پیارے بچّو! آگے چل کر تُم ہوگے اِس قوم کے رہبر
اپنے دین کی خدمت کرنا دین تمھارا ہے اِسلام
ہر محفل میں کر دو عام
قائدِ اعظمؒ کا پیغام

تُم ہو روشن چاند ستارے ایک اور نیک بنو تُم سارے
تُم کو دیکھ کے خُوش ہوتے ہیں آج ایرانؔ و مصرؔ و شامؔ
ہر محفل میں کر دو عام
قائدِ اعظمؒ کا پیغام

تنظیم، اِتّحاد، اِیمان اِن پر ہے اپنا اِیمان
اِن تینوں لفظوں سے ہوگا دُنیا میں اِس مُلک کا نام
ہر محفل میں کر دو عام
قائدِ اعظمؒ کا پیغام



برخوردار!

ہمارے مدرسے میں ایک "برخوردار" پڑھتا تھا
بہت "قابل" تھا، وہ "جنگل" کو "منگل وار" پڑھتا تھا
اگر "چاقو" لکھا ہوتا تو وہ "تلوار" پڑھتا تھا
یقیں مانو کہ "پاجامے" کو وہ "شلوار" پڑھتا تھا
غضب یہ ہے کہ وہ "ہفتے" کو بھی "اِتوار" پڑھتا تھا
ہمارے مدرسے میں ایک "برخوردار" پڑھتا تھا

وہ ہر دم گھومتا پھرتا تھا یُوں، جیسے وہ لٹُّو تھا
وہ کھاتا بھی بہت تھا، یہ سمجھ لیجے کہ چٹُّو تھا
ذہانت اُس سے کوسوں دُور تھی، وہ ایک رٹُّو تھا
وہ اُتنا بھُولتا جاتا تھا جتنی بار پڑھتا تھا
ہمارے مدرسے میں ایک برخوردار پڑھتا تھا

پڑھائی کی طرف ہرگز نہ اُس کا دھیان جاتا تھا
نہ پڑھنے کے سبب بس روز ہی وہ مار کھاتا تھا
جماعت میں اگر استاد الجبرا پڑھاتا تھا
تو وہ بیٹھا کسی دیوانؔ کے اشعار پڑھتا تھا
ہمارے مدرسے میں ایک برخوردار پڑھتا تھا

کتابوں کے لیے تو اُس کی قسمت ہی رہی سوئی
اور اپنی عُمر اُس نے مدرسے میں بس یونہی کھوئی
اُسے اخبار کی خبروں سے دلچسپی نہ تھی کوئی
وہ فلمی اشتہاروں کے لیے اخبار پڑھتا تھا
ہمارے مدرسے میں ایک "برخوردار" پڑھتا تھا

وُہ اپنا وقت اکثر بے تُکے کاموں میں کھوتا تھا
وُہ راتوں کے علاوہ دن کو بھی جی بھر کے سوتا تھا
اِسی باعث وہ ہر سال اِمتحاں میں فیل ہوتا تھا
حقیقت ہے کہ وہ اسکول میں بیکار پڑھتا تھا
ہمارے مدرسے میں ایک "برخوردار" پڑھتا تھا

لہ شاعر کے کلام کا مجموعہ۔



موٹو میاں

موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو؟

کیا آج پھر ملا ہے پرچے میں گول انڈا
تم نے چھپا دیا تھا پھر ماسٹر کا ڈنڈا
کیا پھر کسی حماقت پر آج تم اڑے ہو
موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو

کیا پھر شرارتوں سے ابّا نے تم کو روکا
یا جھوٹ بولنے پر امّی نے آج ٹوکا
چھوٹے نہیں رہے تم، اب خیر سے بڑے ہو
موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو

پھر آج تم کو مل کر لڑکوں نے کیا ہے پیٹا
پہلے کی طرح تم کو ہے فرش پر گھسیٹا
یا کچھ اٹھا کے بھاگے تھے اور گر پڑے ہو
موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو

کہتے ہیں لوگ تُم کو شیطان کا بھتیجا
نکلا شرارتوں کا کیا پھر کوئی نتیجہ
تصویر کی طرح تُم دیوار میں جڑے ہو
موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو

لڑکوں سے پٹ کے شاید پھر آج تم تھے بھاگے
لڑکے تھے پیچھے پیچھے اور تم تھے آگے آگے
تم دیکھنے میں کافی مضبوط اور کڑے ہو
موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو

جیسے کہ مار کھا کر آئے تھے پچھلے منگل
رستے میں ہو گیا تھا کیا پھر کسی سے دنگل
اپنی جگہ پہ آخر کیوں اس طرح گڑے ہو
موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو

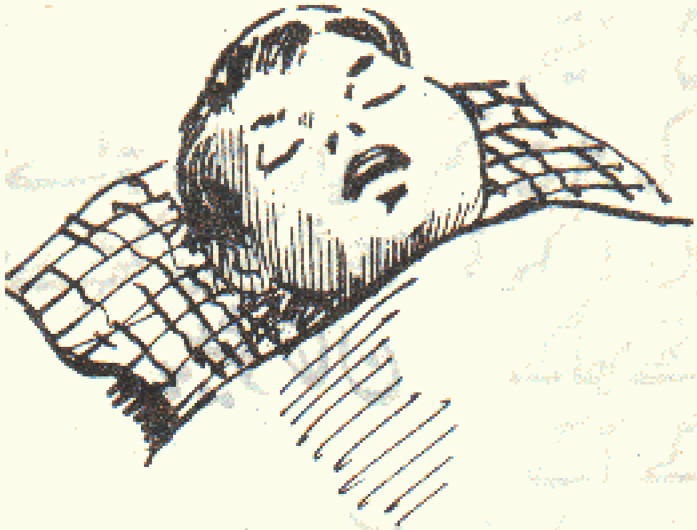
میں کب سے پُوچھتا ہُوں بس اب بتا دو جھٹ پٹ
مکتب میں ہو گئی تھی کیا پھر کسی سے کھٹ پٹ
یا آج پھر کسی سے رستے میں تُم لڑے ہو
موٹو میاں ! کہو تو خاموش کیوں کھڑے ہو



پیٹو خان

اِن سے واقف ایک جہان
غیر ہو یا کوئی انجان
کافی ہے اِن کی پہچان
یہ ہیں اور ہے دسترخوان
کھانا ہے اِن کا ایمان
یہ ہیں مسٹر پیٹو خان !

مکتب میں جب جاتے ہیں یہ
اُلّم غلّم کھاتے ہیں یہ
پھر جس دم گھر آتے ہیں یہ
آکر شور مچاتے ہیں یہ
بھوک لگی ہے امّی جان !
یہ ہیں مسٹر پیٹو خان !



مٹکا ہے یا اِن کا پیٹ
جو کچھ پائے، جائے سمیٹ
کھانا ہو جائے گر لیٹ
پھر دیکھو غُصّے کا ریٹ
اور بے صبری کا طُوفان
یہ ہیں مسٹر پیٹو خان!

رات کو لیتے ہیں خرّاٹے
جیسے دریا کے فرّاٹے
سیکھ کے جُوڈو اور کراٹے
یُوں پُورے کرتے ہیں گھاٹے
چھینا جھپٹی اِن کی شان
یہ ہیں مسٹر پیٹو خان!



روز اکڑتے رہتے ہیں یہ
روز بگڑتے رہتے ہیں یہ
سب سے لڑتے رہتے ہیں یہ
اور جھگڑتے رہتے ہیں یہ
چڑ چڑ کرتے ہیں ہر آن
یہ ہیں مسٹر پیٹو خان!



کہتے تھے کل اِن کے خالو
اِن کے آگے رکھ دو آلو
شلغم، گوبھی، ساگ، کچالو
کھیرے، خربوزے، شفتالو
اور زمانے کے پکوان،
یہ ہیں مسٹر پیٹو خان!

دُنیا میں کچھ لوگ ہیں کیسے
جن کے پاس اگر ہوں پیسے
پھر چرتے رہتے ہیں ایسے
گائے، اُونٹ اور ہاتھی جیسے
تُم کیوں ہوتے ہو حیران
یہ ہیں مسٹر پیٹو خان!



مسٹر عالمگیر

غُلّا کام آیا نہ تیر
آخر دلیا ہو گئی کھیر
آج گئی ہے سینہ چیر
یہ ناکامی کی تحریر
بولو مسٹر عالمگیر!

جس دم دیکھو، اُس دم کھیل
ہاتھوں میں ہر وقت غلیل
یوں تو ہونا ہی تھا فیل
اب ہو حیرت کی تصویر
بولو مسٹر عالمگیر!

عِلم نہ آیا تُم کو راس
عقل تمھاری کھا گئی گھاس
محنت کرتے، ہوتے پاس
کرتے پڑھنے کی تدبیر
بولو مسٹر عالمگیر!



بنتے تھے کتنے چالاک
ایسی چالاکی پر خاک
فیل ہوئے اور قصّہ پاک
دیکھی نیشخی کی تاثیر
بولو مسٹر عالمگیر!

قسمت کو دینا الزام
کب ہے یہ مَردوں کا کام
کیوں ہوتے ہو یُوں بدنام
کرتے ہو اپنی تشہیر[1]
بولو مسٹر عالمگیر!

اب پچھتاتا ہے بیکار
ہو گیا جو ہونا تھا یار
اب بھی ہو جاؤ تیار
بدلو آپ اپنی تقدیر
بولو مسٹر عالمگیر!

[1] مشہور کرنا۔



شریر لڑکے

چھٹی کی گھنٹی کیا سُن لی ، مکتب سے یُوں دوڑے
جیسے کسی طویلے سے سرپٹ بھاگے ہوں گھوڑے
رستے میں پھر چلتے ہیں یہ لڑتے اور جھگڑتے
کوئی کسی کا بازو کھینچے ، کوئی کان مروڑے
اپنے جسم اور کپڑوں کی بھی اِن کو فکر نہیں ہے
اِک دُوجے پر مٹی ڈالیں اور چلائیں روڑے
اِن کو پڑھنے اور لکھنے کا ہرگز شوق نہیں ہے
اِن میں شامل ہیں اسکول کے سب مشہور بھگوڑے

اپنی اِس حرکت سے ہرگز باز نہیں یہ آتے
لاکھ اُنھیں سمجھائے کوئی ، لاکھ اپنا سر پھوڑے

یہ مکتب کے لڑکے ہیں یا بازاروں کے غنڈے
اِس نے اُس کی ٹانگ گھسیٹی ، اُس نے گھٹنے توڑے

اُستادوں کے سمجھانے سے بھی جو بات نہ سمجھیں
کون شرارت کی راہوں سے اُن لڑکوں کو موڑے

قلم ، دوات ، کتاب سے اِن بے ہودوں کو کیا نسبت
بڑے ہوئے تو بیچیں گے شاید یہ نان پکوڑے

اچھے لڑکے اِن کے سائے سے بھی ڈر کر بھاگیں
کون شریف ہے جو اِن بدبختوں سے ناطہ جوڑے

اچھے گھر کا ہر لڑکا ہے اِن سب سے کتراتا
میں نے بھی آخر تنگ آکر یار سب ایسے چھوڑے

ہم پر یہ بھی اللہ کا احسان ہے خالد بزمی
ہر مکتب میں ایسے بے ہُودہ ہوتے ہیں تھوڑے

بچپن کا زمانہ



ابّا مجھے جب روز کھلاتے تھے مٹھائی
امّی سے بھی جب ملتے تھے "دُودھ اور ملائی"

جب کھیلتا تھا رات کو میں آنکھ مچولی
مشہور محلّے میں تھی جب میری ہی ٹولی

جب کوٹھے پہ چڑھ کر میں اُڑاتا تھا پتنگیں
جب روز ہی ہمسایوں سے لڑتا تھا میں جنگیں

جب کوئی نہیں تھا مجھے بے وجہ ستاتا
جب کوئی نہ اسکول میں مُرغا تھا بناتا

پرچوں میں نہیں ملتے تھے جب گول سے انڈے
جب روز نہیں پڑتے تھے اسکول میں ڈنڈے

ابّا نے کبھی مجھ کو لگایا نہ تھا چانٹا
امّی نے کبھی ایسے نہیں تھا مجھے ڈانٹا

جب کھیل کے میداں میں دکھاتا تھا میں جوہر
ہر کھیل میں رہتا تھا میں جب اوروں سے بڑھ کر

ہر سوچ سے، ہر فکر سے آزاد تھا جب میں
ہر وقت خُوش و خرّم و دلشاد تھا جب میں

ہر روز کی خُوشیوں کا خزانہ وہ کہاں ہے
یارب! مِرے بچپن کا زمانہ وہ کہاں ہے



بِلّی کا بچّہ

میرا چھوٹا بھائی اِک دِن   بِلّی کا بچّہ لے آیا
اُس کا میل کچیل اُتارا   اُس کو صابن سے نہلایا
تاکہ دُھوپ میں سُوکھ وہ جائے   اُس کو کوٹھے پر چھوڑ آیا
سُوکھ گیا تو اُس بچّے کو   ریشم کا کُرتہ پہنایا
پھر بازار سے دُودھ منگا کر   اُس بچّے کو خُوب پلایا
جب کھانے کا وقت آیا تو   اُس کو اپنے ساتھ کھِلایا
جب سونے کی باری آئی   اُس کو اپنے ساتھ سُلایا

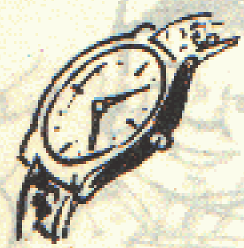
صُبح کو جب دم بستر دیکھا   بھائی کو تب غُصّہ آیا
اُس کا چہرہ کالا کر کے   پہلے آئینہ دِکھلایا
بعد میں کھول کر اُس کی رسّی   گھر سے باہر مار بھگایا

"مولا بخش"



دِل اِس سے سَو بار جلا ہے
مولا بخش بھی ایک بلا ہے
جب سے پڑا ہے اِس سے پالا
اِس نے ناک میں دم کر ڈالا
جب بھی یہ موقع پاتا ہے
جھٹ حرکت میں آ جاتا ہے
ہو جائے گر کوئی شرارت
پھر دیکھو تُم اِس کی حرارت
گھر کا کام نہ ہو جب ہم سے
یہ حاضر ہو جائے دھم سے
کب سے یہ دُشمن ہے ہمارا
اِس سے کیوں کر ہو چھٹکارا
آج دُعا یہ مانگو رب سے
مولا بخش کو مولا بخشے

پہیلی



بوجھو میری ایک پہیلی
جو ایجاد ہے اِک البیلی
ننّھا سا اِک آلہ ہے وہ
آفت کا پرکالہ ہے وہ
اُس کو اک پل چین نہ آئے
لمحہ لمحہ گنتی جائے
ہم اور تُم جاگیں یا سوئیں
اپنے وقت کو یونہی کھوئیں
لیکن وہ اِک پل ہو غافل
ایسی نہیں وہ سُست اور کاہل
دِن ہو، رات ہو، کوئی پل ہو
آج ہو، پرسوں ہو یا کل ہو
اُس کا کام ہے چلتے رہنا
صرف اپنے مطلب کی کہنا
جو بھی سب سے پہلے جانے
اُس کو دیں گے ہم چار آنے



عیدُ الفطر

عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی
عید آئی ، ہم سب کی خاطر کتنی خوشیاں لائی!
ناچ اُٹھا دِل شوق میں آکر ، رُوح پہ مستی چھائی
چہرے پر سُرخی دوڑی ، ہونٹوں پر آئی لالی
عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی!

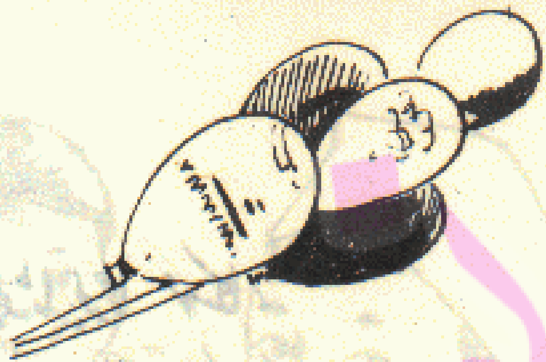
عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی
میٹھی میٹھی ، لمبی لمبی ، سب کے دل کو بھائیں
کیسے اپنے آپ گلے سے نیچے اُترتی جائیں
امّی جان! مجھے بھی دے دو بھر کر اور اِک تھالی
عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی!

عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی
چمن چمن میں رونق آئی ، بوٹا بوٹا مہکا ،
مور ، کبوتر ، تیتر ، قمری ، کوئل ، بلبل چہکا
پتّا پتّا جھوم اُٹھا ، لہرائی ڈالی ڈالی
عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی

عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی
آؤ ہم تم سارے مل کر اچھلیں کودیں گائیں
سب یاروں کو ساتھ ملا کر ہم بھی عید منائیں
خوشیوں کا ایک کھیل رچائیں اور بجائیں تالی
عید سویّوں والی آئی ، عید سویّوں والی!







عید مُبارک

ہر جانب رونق چھائی ہے
بچّے خُوش ہیں ، بالے خُوش ہیں
گورے خُوش ہیں ، کالے خُوش ہیں
عید مُبارک آئی ——— بچّو! ——— عید مُبارک آئی

دنیا کا ہر رنج بھلا کر
کوئی خُوشی سے پھُول رہا ہے
کوئی جھولا جھُول رہا ہے
عید مُبارک آئی ——— بچّو! ——— عید مُبارک آئی

دیکھو لڑکے بالے مِل کر
بازاروں میں گھُوم رہے ہیں
اور خُوشی سے جھُوم رہے ہیں
عید مُبارک آئی ——— بچّو! ——— عید مُبارک آئی

ہر جانب اُڑتے ہیں غبارے
ننھّوں کی موجیں دیکھو
دل میں اُٹھتی موجیں دیکھو
عید مُبارک آئی ——— بچّو! ——— عید مُبارک آئی

———

پیں پیں پیں کی آوازیں ہیں
باجوں سے وُہ شور مچا ہے
رگ رگ میں اِک لطف رچا ہے
عید مُبارک آئی ——— بچّو! ——— عید مُبارک آئی

———

لڈّو، پیڑے، بالو شاہی
برفی، رس گُلّے اور حلوہ
دکھلاتے ہیں اور ہی جلوہ
عید مُبارک آئی ——— بچّو! ——— عید مُبارک آئی

———

سب ساتھی آپس میں مل کر
آؤ ہم بھی عید منائیں
اُچھلیں، کودیں، کھیلیں، گائیں
عید مُبارک آئی ——— بچّو! ——— عید مُبارک آئی



نیا سال آیا

پرندوں نے خوشیوں کا نغمہ سُنایا
کلی ہنس پڑی، پھول بھی مُسکرایا
وہ بُلبُل نے گُل کو گلے سے لگایا
خوشی کا سماں ذرّے ذرّے پہ چھایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

دِلوں کو نظارے لُبھاتے ہیں کیا کیا
نگاہوں میں جادُو جگاتے ہیں کیا کیا
پرندے سبھی چہچہاتے ہیں کیا کیا
ہواؤں سے سارا چمن لہلہایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا



درختوں پہ شبنم کے قطرے پڑے ہیں
کہ ہر ایک پتّے پہ موتی جڑے ہیں
دلوں میں بہاروں کے ارماں بڑے ہیں
پرندوں نے خوشیوں بھرا گیت گایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

بہاریں ہواؤں کو لہکا رہی ہیں
گلستاں کو خوشبو سے مہکا رہی ہیں
نگاہوں کو مستی سے بہکا رہی ہیں
خوشی کا نظارہ دلوں میں سمایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

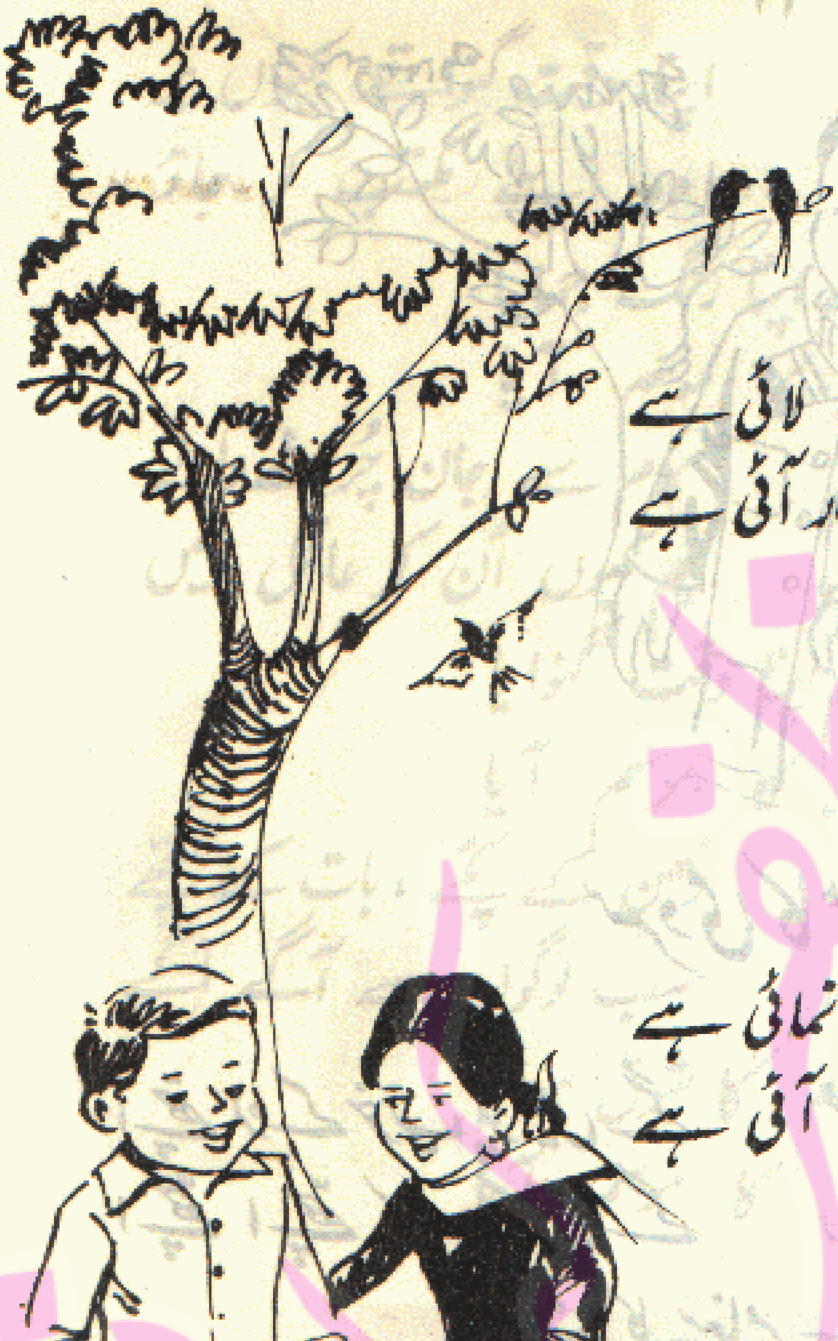
چلو سیر کو باغ میں جھولا جھولو
اٹھو زندگی کے غم و رنج بھولو
ہنسو، مسکراؤ، پھلو اور پھولو
چمن میں بہاروں کا پیغام لایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا



بہار آئی ہے!

ہر کلی پر نکھار آیا ہے
غنچے غنچے پہ رنگ چھایا ہے
آنکھ میں نُور سا سمایا ہے
دِل پہ اِک بیخودی سی چھائی ہے
پھر چمن میں بہار آئی ہے

ہر طرف نُور کا ظہور ہُوا
سب اندھیرا جہاں سے دُور ہوا
ذرّہ ذرّہ مثالِ طور ہُوا
دِل میں کیسی خوشی سمائی ہے
پھر چمن میں بہار آئی ہے



ہر طرف پھول مسکراتے ہیں
سب پرندے بھی چہچہاتے ہیں
مل کے خوشیوں کے گیت گاتے ہیں
راحتوں کا پیام لائی ہے
پھر چمن میں بہار آئی ہے

ہر کوئی رنج سے ہُوا آزاد
دِل کی بستی خُوشی سے ہے آباد
جس کو دیکھو وہ ہو گیا ہے شاد
ذرے ذرے میں خوش نمائی ہے
پھر چمن میں بہار آئی ہے

ساتھیو! دِن نیا ہے، رات نئی
اب چمن میں ہے بات بات نئی
آج ہے ساری کائنات نئی
دِل نے دُنیا نئی بسائی ہے
پھر چمن میں بہار آئی ہے



سردی کا موسم

اچھے لڑکے خوب پڑھیں گے　　محنت کر کے آگے بڑھیں گے
اچھے اچھے کام کریں گے　　روشن اپنا نام کریں گے
محنت کا پیغام ہے لایا
پھر سردی کا موسم آیا

صبح نے دامن پھیلایا ہے　　دیکھو سورج چڑھ آیا ہے
محنت کرنے والے لڑکے　　جاگ اٹھے ہیں تڑکے تڑکے
چڑیوں نے بھی شور مچایا
پھر سردی کا موسم آیا

سردی سے گھبراتے کیوں ہو   اپنا وقت گنواتے کیوں ہو
اُٹھو نہاؤ ، کھانا کھاؤ   اور اپنے مکتب کو جاؤ
دُھوپ نے اپنا رنگ جمایا
پھر سردی کا موسم آیا

سردی سے گھبرانے والے   کام سے جان چُرانے والے
سُستی کو جو پیارا جانیں   ہم کیوں اُن کو عاقل مانیں
جنھوں نے اپنا وقت گنوایا
پھر سردی کا موسم آیا

ننّھے مُنّے اچھّے بچّے   دُھن کے پکّے ، بات کے سچّے
وہ مکتب کی جانب بھاگے   سب لوگوں سے آگے آگے
دِل میں عِلم کا شوق سمایا
پھر سردی کا موسم آیا





جھُولا

باغ میں مِل کر سیر کو جائیں
خوشیوں کی اِک بزم رچائیں
اُچھلیں ، کُودیں ، کھیلیں ، گائیں
آؤ مِل کر جھُولا جھُولیں
دُنیا کے ہر رنج کو بھُولیں

پھُولوں سے کیا باغ سجا ہے
مست ہوا ہے، مست فضا ہے
بوٹا بوٹا اٹھلاتا ہے
اُونچے ہوکر عرش کو چھُولیں آؤ، مل کر جھُولا جھُولیں

باغ میں بھنْورا گھُوم رہا ہے
کلیوں کا مُنھ چُوم رہا ہے
پتّا پتّا جھُوم رہا ہے
ہم بھی آج خُوشی سے پھُولیں آؤ، مل کر جھُولا جھُولیں

چمپا، گیندا، نرگس، سوسَن
باغ میں دِکھلاتے ہیں جوبَن
پھُولوں سے مہکا ہے گُلشن
دوڑو ہم اِن کی خُوشبو لیں آؤ، مل کر جھُولا جھُولیں



بندر کا تماشا!

ایک ہے بندر، ایک بندریا
ایک ہے سُندر، ایک سُندریا
دونوں کو ڈگڈگی بجا کر اُس نے خوب نچایا
بندر والا آیا ـــــ آہا ـــــ بندر والا آیا

دیکھ کے اِس بندر کے کرتب
دیکھنے والے حیراں ہیں سب
کیا بچّوں کو، کیا بوڑھوں کو اُس نے خُوب ہنسایا
بندر والا آیا ـــــ آہا ـــــ بندر والا آیا

ہاتھوں میں ڈنڈے کو پکڑ کر
چلتا ہے وُہ اکڑ اکڑ کر
ننّھے مُنّوں پر تو اُس نے اور بھی رعب جمایا
بندر والا آیا ـــــ آہا ـــــ بندر والا آیا

اِس بندر کا رنگ ہے خاکی
دیکھو تو اِس کی چالاکی
گھُرکیاں دے کر سب بچّوں کو اُس نے خوب ڈرایا
بندر والا آیا ـــــ آہا ـــــ بندر والا آیا

بچّوں پر غرّاتا ہے یہ
اپنا رعب جماتا ہے یہ
بچّوں نے بھی ہنسی ہنسی میں اُس کو خوب ستایا
بندر والا آیا ـــــ آہا ـــــ بندر والا آیا

دیکھو یہ کتنا ہے موجی
بنتا ہے سچ مچ کا فوجی
ٹوپی، بُوٹ اور سُوٹ پہن کر اور بھی وہ اِترایا
بندر والا آیا ـــــ آہا ـــــ بندر والا آیا

سُندر مُندر نام ہے اِس کا
چِھڑ چِھڑ کرنا کام ہے اِس کا
دیکھ کے اُس نے آئینہ، چہرے کو خوب بنایا
بندر والا آیا ـــــ آہا ـــــ بندر والا آیا



صُبح

ہُوئی صُبح ہر سمت پھیلا ہے نُور
دِلوں پر عجب چھا گیا ہے سُرور
گُلستاں میں کیا رنگ لائی بہار
کہ اب پتّے پتّے پہ ہے اِک نکھار
پرندے سبھی مِل کے گانے لگے
خُوشی کے ترانے سُنانے لگے
وہ بُلبُل کہیں چہچہانے لگی
تو کوئل بھی تانیں اُڑانے لگی

اِدھر ننھّی چڑیوں کی چہکار ہے
اُدھر کاٹیں کاٹیں کی للکار ہے
کہیں غُل مچاتے ہیں آپس میں مور
کِسی سمت جاری ہے ٹیں ٹیں کا شور
لو مُرغِ سحر نے بھی دے دی اذاں
کہ سونے کا وقت اب رہا ہے کہاں
دلدّر جو چھایا تھا سب بھاگ اُٹھا
وہ سارا جہاں نیند سے جاگ اُٹھا
کوئی اُٹھ کے مسجد کی جانب چلا
کوئی باغ میں سیر کو چل دیا
کوئی کھیت میں ہل چلانے لگا
کوئی کام پر اپنے جانے لگا
لو بچّے بھی مُنہ ہاتھ دھونے لگے
وہ مکتب کو تیار ہونے لگے
غرض جاگ اُٹھے سارے چھوٹے بڑے
جو بستر پہ اب تک تھے غافل پڑے



دوپہر

وہ گرمی کا موسم ہے پھر آ گیا
جو پہلے بھی تھا رنگ دِکھلا گیا
یہ جُون اور یہ دوپہر کی گھڑی
قیامت سے بھی ہے زیادہ کڑی
ہُوئی لُو میں تبدیل ٹھنڈی ہَوا
زمیں بن گئی ایک جلتا توا
پسینے سے ماتھے پہ نہریں چلیں
وہ گرمی پڑی ہے کہ آنکھیں جلیں

بدل ڈالے گرمی نے چہروں کے طور
حرارت سے ہونٹوں کی رنگت ہے اور
پسینے سے کپڑے شرابُور ہیں
تھکاوٹ سے سب کے بدن چُور ہیں
در و بام سے یوں نکلتی ہے آگ
کہ جس طرح ہر سمت جلتی ہے آگ
حرارت کا وہ زور چلنے لگا!
سمندر کا پانی اُبلنے لگا!
پرندے بھی گرمی سے گھبرا گئے
چرندے بھی ٹھنڈی جگہ آ گئے
درندے بھی گرمی سے یُوں ہانپ اُٹھے
کہ سردی سے جیسے کوئی کانپ اُٹھے
کسانوں نے بھی کھول ڈالے ہیں ہل
کہ آرام لے لیں ذرا ایک پل
غرض اب کے اِتنی کڑی دُھوپ ہے
ہر اک کہہ اُٹھا ہے "بڑی دُھوپ ہے"



رات

ہُوا ختم دِن اور رات آ گئی
دِلوں پر عجب کیفیت چھا گئی
نئی شان و شوکت سے نکلا ہے چاند
کہ ہر چیز اب اس کے آگے ہے ماند
درِ و بام پر چھا گئی چاندنی
عجب نُور برسا گئی چاندنی
عجب آسماں پر دِکھاتی ہے موج
چمکتے دمکتے سِتاروں کی فوج

؎ در : دروازہ ۔ بام : کوٹھا

کوئی اُن میں چھوٹے ہیں، کوئی بڑے
کہ جیسے ہوں مخمل پہ موتی جڑے
فلک پر وہ کیا ٹمٹمانے لگے
چمکنے لگے، جگمگانے لگے
ہُوئے بند دُنیا کے سب کاروبار
دماغوں پہ اِک چھا گیا ہے خُمار
سبھی نیند کے سامنے جُھک گئے
کہ دریا بھی چلنے سے کُچھ رُک گئے
وہ چاروں طرف خامشی چھا گئی
زمانے کی ہر شے کو نیند آ گئی
کوئی سو گیا آن کر اپنے گھر
کِسی نے بسیرا لیا شاخ پر
کوئی غار میں چُھپ کے ہی سو گیا
غرض ہر کوئی نیند کا ہو گیا
ہر اِک چیز آرام میں کھو گئی!
خُدا کی خُدائی سبھی سو گئی!



بُدّھو نے کھیر پکائی!

اِک دن بُدّھو نے یہ سوچا
کھیر پکائے عرصہ گزرا!
چلیے آج ہی کھیر پکائیں
خوشی منائیں، عیش اُڑائیں
بیوی سے وہ بولا، دیکھو
آج مجھے تم کھیر پکا دو
سب سودے منگوا دیتا ہوں
ہر شے تم کو لا دیتا ہوں

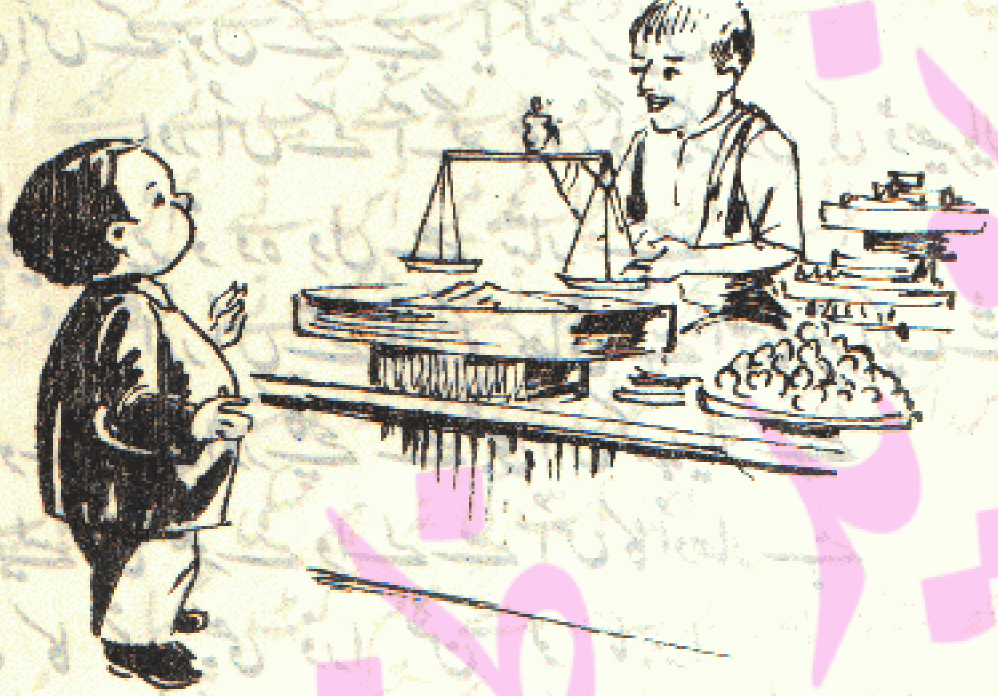
بیوی اُس دم غُصّے میں تھی
بات سُنی اور کچھ بھی نہ بولی

بُدّھو نے اب دل میں سوچا
یہ بھی کوئی بات ہے گویا
کام تو ہے بالکل معمولی
کھیر پکا لوں گا میں خود بھی

جن چیزوں کی حاجت ہو گی وہ ہیں چاول، دُودھ اور چینی
چاول اور چینی ہیں گھر پر دُودھ اب لے آتا ہُوں جا کر
بُدّھو پھر بازار کو بھاگا
دُودھ بھی فوراً ہی لے آیا
بُدّھو نے اب دِل میں ٹھانی چاہے نہ آئے کھیر پکانی
جو کچھ بھی ہو، سر پہ سہُوں گا لیکن بیوی سے نہ کہوں گا
رکھ کر وہ ہر چیز ٹھکانے بیٹھ گیا اب کھیر پکانے
ایندھن لے کر آگ جلائی مُنہ سے سر پر خاک اُڑائی
سب سے پہلے دُودھ اُبالا ایک بَلا کو سر سے ٹالا
اُس کے بعد اب چاول ڈالے گویا ڈھنگ تھے دیکھے بھالے
ہاتھ میں پھر کفگیر اُٹھایا اور دونوں کو خُوب ہلایا
پھر اب اُس میں چینی ڈالی اور کفگیر سے خُوب مِلا لی
پستہ، میوہ، گری مِلا کر فخر سے سر اُوپر کو اُٹھا کر
دِل ہی دِل میں اب وہ پھُولا جیسے عرش پہ ڈالا جھُولا
کیتلی کو چُولھے سے اُتارا اور خُوشی کا نعرہ مارا
تا کہ جان لے بیوی رانی بات ہی کیا تھی کھیر پکانی
پھر اندر سے لایا تھالی
ساری کھیر اُسی میں ڈالی

اب بُڈّھو کے جی میں آئی
جب تک کھیر نہ ہو لے ٹھنڈی
میں نکلے سے مُنھ دھو آؤں
اور آ کر پھر مزے سے کھاؤں
بُڈّھو جب اندر کو بھاگا
بھاگ اِدھر اَوروں کا جاگا
باہر سے اِک کُتّا آیا
اُس نے جب تھالی کو دیکھا
سُونگھا، چاٹا، کھا گیا ساری
ہائے رے بُڈّھو کی تیّاری
بُڈّھو جس دم واپس آیا
دیکھا اور بہُت چکرایا
اندر جانے پر پچھتایا
جس دم اور نہ کچھ بن آیا

رویا، چیخا اور چِلّایا
ہائے! میرا بجنت خُدایا!

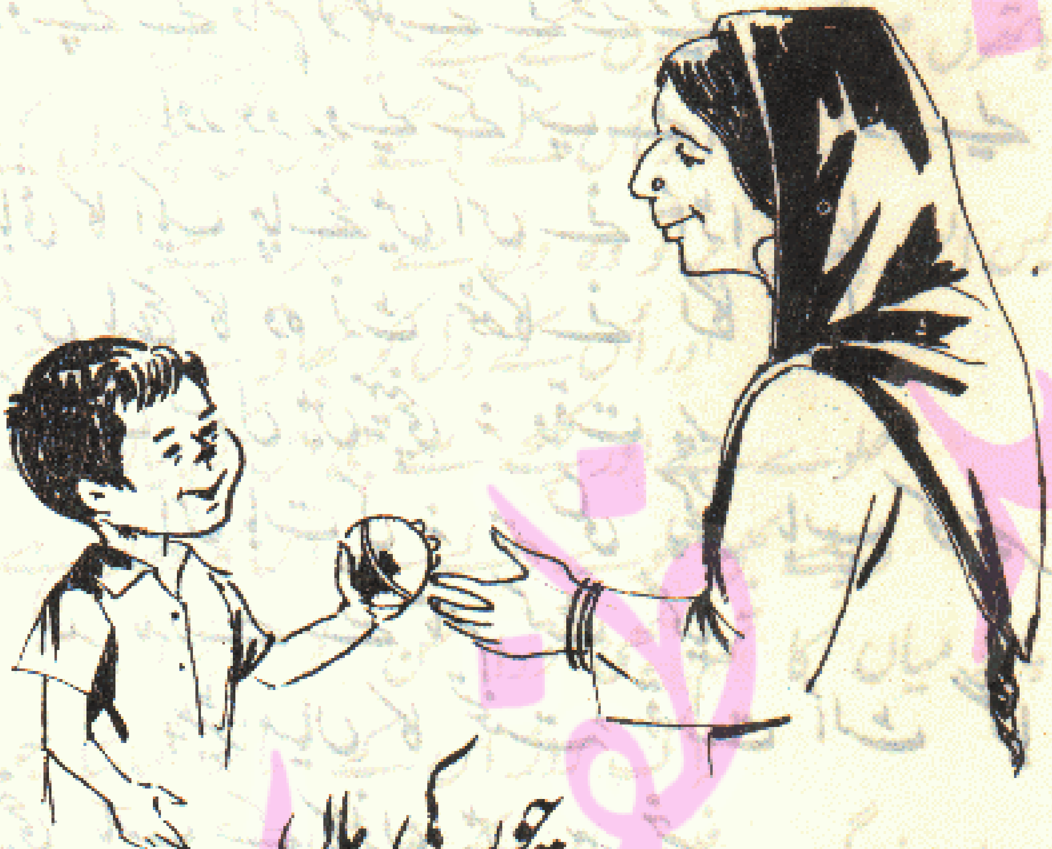


پیٹو میاں

بھولو کو لڑکے جانتے ہیں سب سکول کے
بازی جو سب سے لے گیا ہے پھول پھول کے
ہر وقت اپنے پیٹ سے رہتا ہے اُس کو کام
"پیٹو میاں" ہی پڑ گیا ہے اب تو اُس کا نام
اپنے اِس عُرفِ عام سے جتنی ہے چڑ اُسے
اُتنا ہی اُس کو اور بھی لڑکے ہیں چھیڑتے
جب بھی کبھی سکول کی جانب تُم آؤ گے
ہر وقت کچھ نہ کچھ اُسے چرتا ہی پاؤ گے

ہاتھوں میں اُس کے ہوں گے چھنے یا گنڈیریاں
اور اُس کے آگے ہوں گی پکوڑوں کی ڈھیریاں
بس ایسی چیزوں پر تو وہ دِل سے نثار ہے
اور اُس کے دِل کو بھاتی ہے ایسی ہر ایک شے
حلوے سے اور کلیجے سے بھی اُس کو پیار ہے
ویسے بھی حلوے والے سے اُس کا اُدھار ہے
پیٹو میاں کا تم بھی ذرا سُن لو ماجرا
اِک روز اس کے ساتھ تماشا جو کچھ ہوا
جب اپنے گھر پہ فیس طلب کرنے آیا آپ
خوش قسمتی سے تھا وہیں موجود اُس کا باپ
پھر کیا تھا اُس کو پانچ کا اِک نوٹ مل گیا
وہ نوٹ لے کے غنچۂ دِل اُس کا کھِل گیا
جب لے کے جا رہا تھا وہ آبّا سے اپنی فیس
اپنے کو دِل ہی دِل میں سمجھنے لگا رئیس
رستے میں اِک عجب اُسے جلوہ نظر پڑا
حلوائی کی دُکان پہ حلوا نظر پڑا
حلوے کو دیکھتے ہی دِل اُس کا مچل گیا
اور فیس کا خیال بھی دِل سے نکل گیا

اب دو روپے کے دام تو حلوے کے دے دیے
اور دو روپے کے آپ نے گلچھّے اُڑا لیے
باقی کا ایک چائے میں اُس نے اُڑا دِیا
بس پانچ کا وہ نوٹ ٹھکانے لگا دِیا
فیس اُس کی جب سکول میں پہنچی نہ وقت پر
اِس بات کی نہ ہو سکی کچھ باپ کو خبر
کچھ روز بعد مدرسے سے نام کٹ گیا
پیٹو میاں کا تختۂ قسمت اُلٹ گیا
آخر کو پہنچی باپ کے کانوں میں یہ خبر
سُن کر وہ تلملا اُٹھا بیٹے کی چال پر
غصّے سے اُس کے کانپتے تھے ہاتھ اور پیر
جُوتا اُٹھا کے اور کچھ پُوچھے گچھے بغیر
پیٹو میاں کے ہاتھ بس اُس نے جکڑ لیے
اور اُس کے سَر کے بال سبھی صاف کر دیے



چور کی ماں

اِک لڑکے کی سُنو کہانی
جس کو چوری کی عادت تھی
جو کچھ اُس کے ہاتھ میں آتا
آنکھ بچا کر لے اُڑتا تھا
اِک دِن اُس نے گیند چُرا کر
اپنی ماں کو دے دی لا کر
ماں نے جب اُس گیند کو دیکھا
لڑکے سے کچھ بھی تو نہ پوچھا
بلکہ اُس کو پاس بِٹھا کر
پیار کیا سینے سے لگا کر
لڑکے کو جب ہوئی تسلی
اُس نے اپنے جی میں ٹھانی
ایسی چیزیں روز چُرا کر
دیا کروں گا ماں کو لا کر
کاغذ ، قلمیں اور دَواتیں
پنسل ، کاپی اور کِتابیں

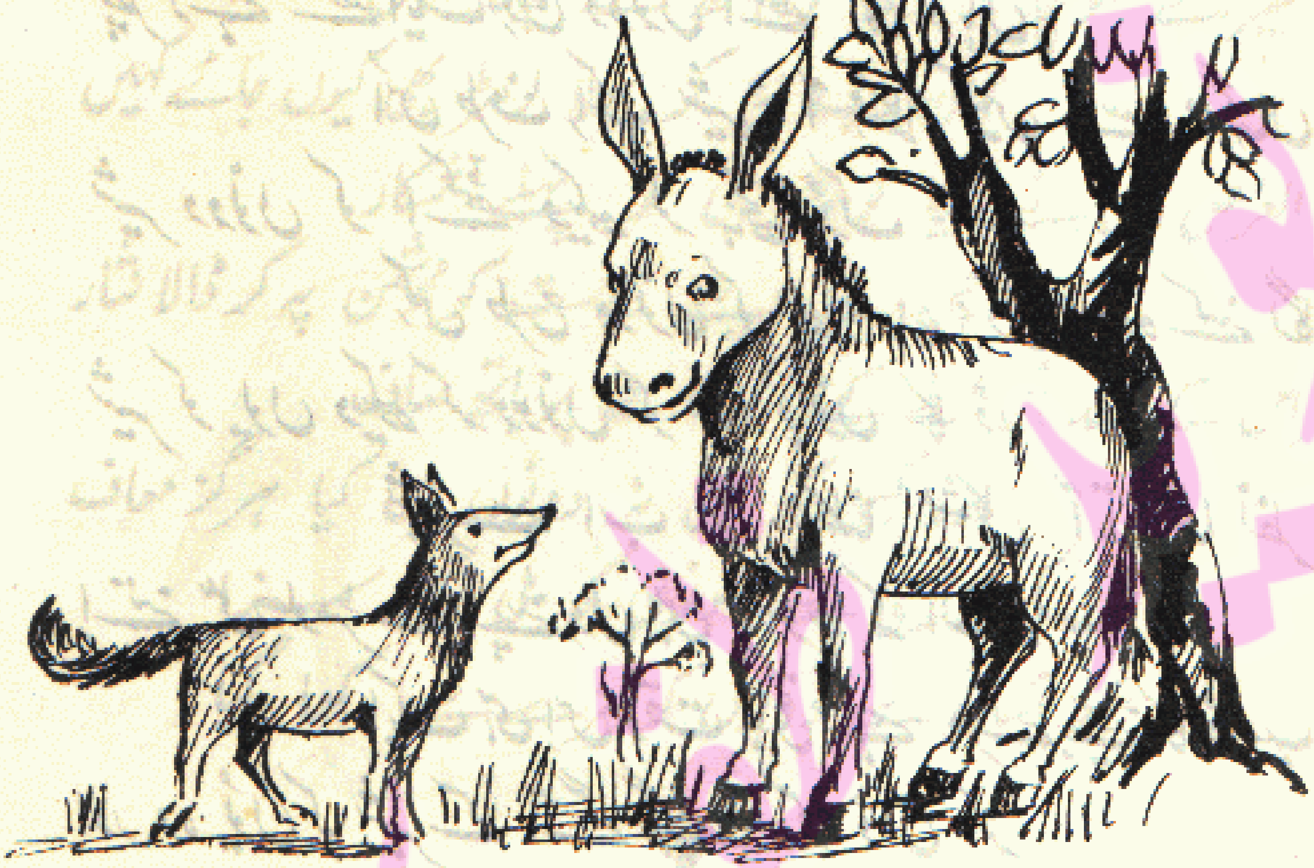
ایسی ہی چیزیں وہ اکثر   لے آتا ہر روز چُرا کر
یُونہی چوری کرتے کرتے   اُس ماں کا دم بھرتے بھرتے
آخر بن گیا پکّا ڈاکُو
گویا چوروں کا بھی باپُو

اِک دِن اُس نے ڈاکا ڈالا   لُوٹ لیا جو ہاتھ میں آیا
سب کچھ لے کر جب وہ بھاگا   روک لیا مالک نے آگا
چور تھا آفت کا پرکالا   مار دیا مالک کو بھالا
زخموں سے دم توڑ گیا وہ   اِس دُنیا کو چھوڑ گیا وہ
تھانے دار تھا دُور سے آتا   اُس نے سب کچھ دیکھ لیا تھا
اُس نے دوڑ کے چور کو پکڑا   اُس کو ہتھ کڑیوں سے جکڑا
اپنے ساتھ ہی لے گیا تھانے
آ گئے چور کے ہوش ٹھکانے

کچھ دِن بعد جو فیصلہ آیا   حُکم اُس میں پھانسی کا لکھا تھا
اب اُس کو معلُوم ہوا سب   کیسے تھے اُس کے وہ کرتب
پھانسی سے کچھ مدّت پہلے   چور سے یہ پوچھا حاکم نے
دِل میں جو خواہش ہو کوئی   وُہ کی جا سکتی ہے پُوری
مُجھ کو ہے اپنی ماں سے مِلنا
اُس لڑکے نے کہلا بھیجا

اُس کی ماں جب ملنے آئی ۔۔۔ جس نے چوری تھی سکھلائی
چور نے اُس کو پاس بٹھا کر ۔۔۔ کان کی جانب مُنھ لے جا کر
اپنے مُنھ میں اُسے دبایا ۔۔۔ پھر دانتوں سے خُوب چبایا
سب لوگوں کو حیرانی تھی ۔۔۔ چور نے کیوں ایسی حرکت کی
حاکم نے لڑکے سے پُوچھا: ۔۔۔ ماں نے کیا نقصان کیا تھا
چور اب غم سے رو کر بولا ۔۔۔ مجھ کو میری ماں نے مارا
پہلے دن یہ منع جو کرتی ۔۔۔ کیوں میری یہ حالت ہوتی

سب لوگوں پر صاف عیاں ہے
میری دُشمن میری ماں ہے

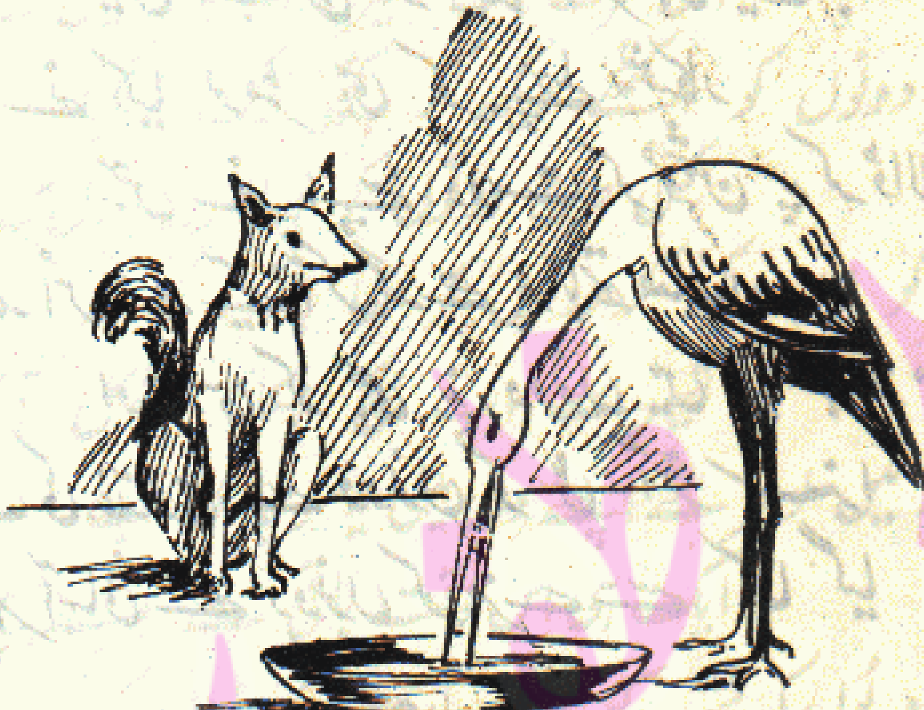


لومڑ اور گدھا

ایک لومڑ اور گدھا جنگل میں رہتے تھے کہیں
اُن کی بچپن ہی سے اب تک عُمر گزری تھی وہیں
اِس سبب سے ہو گئی تھی اُن میں گہری دوستی،
اور اب تک رنج کی نوبت نہ آئی تھی کبھی
دیکھتے تھے جب انھیں جنگل میں یُوں شیر و شکر
دونوں کی طاقت سے ڈرتے تھے وہاں کے جانور

پھر رہے تھے ایک دن دونوں اکٹھے ہی وہاں
اُس طرف اِک شیر آ نکلا کہیں سے ناگہاں
شیر دونوں کو اکٹھے دیکھ کر کچھ رُک گیا
کس طرح دونوں کو پھانسوں ؟ دل میں وہ کہنے لگا
شیر کو یوں دیکھ کر دونوں کو تھا جانوں کا ڈر
شیر سے اب بچ نکلنا مشکل آتا تھا نظر
اِتنے میں لومڑ نے اپنے دِل میں یہ سوچا کہ اب
ایک ہی اس وقت باقی ہے مِرے بچنے کا ڈھب
اور وہ یُوں کہ شیر کے آگے گدھے کو ڈال کر
بھاگ جاؤں گا بچا کر اُس سے میں اپنی نظر
دِل میں اِتنا سوچ کر وہ شیر کی جانب گیا
اور اُس کے پاس جا کر اِس طرح کہنے لگا :
میرے آقا ! میرے مالک ! آپ اجازت دیں اگر
اِک گڑھے میں ڈال دیتا ہوں گدھے کو ہانک کر
آپ پھر آرام سے اُس کو تناول کیجیے
مجھ کو لیکن اِس صلے میں آپ جانے دیجیے
شیر سے اُس نے رضا مندی کا وعدہ لے لیا
اور گدھے کو ایک گہرے سے گڑھے میں لے گیا

شیر نے سوچا : گدھا تو ہاتھ سے جاتا نہیں
لیکن اب بچ کر بھلا لومڑ بھی کیوں جائے کہیں
الغرض اُس نے کیا لومڑ ہی کو پہلے شکار
جس نے اپنے دوست کو دشمن پہ کر ڈالا نثار
اِس کے بعد اُس نے کیے آ کر گدھے پر ہاتھ صاف
اور کسی کو بھی نہ دونوں میں کیا ہرگز معاف
اِک کی غدّاری سے دونوں کو مِلی آخر سزا
شیر آسانی سے دونوں کو مزے سے کھا گیا



سارس اور لومڑی

جنگل میں ایک رہتی تھی چالاک لومڑی
اپنی شراریوں میں وہ مشہور تھی بڑی
تنگ آ چکے تھے اُس سے وہاں سارے جانور
ہر ایک کو ستاتی تھی وہ جان بُوجھ کر
جنگل میں تھوڑی دُور ہی سارس کا بھی تھا گھر
اُس کی شرارتوں سے جو اب تک تھا بے خبر

اِک روز لومڑی نے شرارت یہ کی نئی
سارس کے گھر کی سمت وہ بھاگی ہوئی گئی
کہنے لگی: "حضور جو مانیں تو عرض ہے
باندی پہ یُوں بھی آپ کی خدمت تو فرض ہے
جس طرح بھی ہو، آج مِرے گھر میں آئیے
اور جو نصیب میں ہو مِرے ساتھ کھائیے"
سارس غریب جلد ہی دھوکے میں آگیا
اور شام کو وہ لومڑی کے گھر چلا گیا
چوڑی سی اِک پلیٹ میں پتلا سا شوربا
سارس کے آگے لومڑی نے لا کے رکھ دیا
اُس نے اگرچہ پینے کی کوشش ہزار کی
لیکن کِسی طرح بھی نہ بُھوک اس کی مٹ سکی
دیکھی جو اُس غریب کی اِس درجہ بے بسی
رہ رہ کے لومڑی کو بس آتی رہی ہنسی
سارس کی لمبی چونچ سے جب کچھ نہ بن سکا
وہ سر جُھکا کے شرم سے واپس چلا گیا
دِل میں مگر یہ اُس نے بھی اِک عہد کر لیا
بی لومڑی کو میں بھی چکھاؤں گا اب مزا

کچھ روز بعد ہو گئی جب یہ پُرانی بات
سارس نے لومڑی کو بُلا بھیجا ایک رات
اُس نے کہا کہ "رات کو دعوت ہے آپ کی
میری خوشی ہے آپ کی تشریف آوری
میرے غریب خانے پہ آج آئیے ضرور
اور آج کھانا میرے یہاں کھائیے ضرور"
سارس کی بات مان کے چالاک لومڑی
اُس کی جگہ پہ شام سے پہلے ہی آ گئی
سارس نے بھی کچھ آؤ بھگت میں کمی نہ کی
بی لومڑی کو صاف جگہ بیٹھنے کو دی
پھر ہنس کے بولا: کہیے تو کیسے مزاج ہیں
کتنی خُوشی ہے، آپ مِرے گھر میں آج ہیں"
خوش ہو کے لومڑی نے کہا: "اُس کا شکر ہے
جس نے کہ اِس جہاں کی بنائی ہر ایک شئے"
کچھ دیر تک تو دونوں میں باتیں رہیں یُونہی
پھر اک صراحی سامنے سارس نے لا رکھی
حیرت تھی لومڑی کو کہ اس میں ہے چیز کیا
دیکھا تو تھا صراحی میں قیمہ بھرا ہُوا

سارس نے لومڑی سے کہا: لیجے کھائیے
یہ آپ ہی کا گھر ہے، نہ کچھ دل میں لائیے
یاد آئی اپنی بات تو مَلنے لگی وہ ہاتھ
جو کچھ کہ کر چکی تھی کبھی وہ بھی اُس کے ساتھ
منہ تنگ تھا صراحی کا، جب کچھ نہ کھا سکی
کھسیانی ہو کے چُپکے سے واپس چلی گئی
جاتے ہوئے وہ کہہ گئی نیچی کیے نظر
میں سیر ہو گئی ہُوں صراحی کو دیکھ کر





وہ آئی ہنسی!

(منظوم لطیفہ)

یہ کہنے لگا ماں سے ابنِ فضول
کہ ہوتے ہیں دوزخ میں بھی کیا سکول
سُنا یہ تو ماں کو ہنسی آ گئی
مگر پیار سے پھر وہ کہنے لگی:
"تری عقل بیٹا! ابھی خام ہے
وہاں اِن سکولوں کا کیا کام ہے؟"
کیا ماں سے ننھّے نے پھر یہ سوال
کہ لوگوں کا کتنا غلط ہے خیال
وہ بے فائدہ فکر کرتے ہیں کیوں
تو دوزخ میں جانے سے ڈرتے ہیں کیوں؟



لو ہنس دیے!

(منظوم لطیفہ)

ایک دِن چالاک بلّو ماں سے یہ کہنے لگا:
آپ کے نزدیک امّی جی! مری قیمت ہے کیا
ماں نے یہ سُن کر کہا: اے میرے پیارے لاڈلے!
تم مرے نزدیک ہو لاکھوں روپوں سے بھی بھلے
ماں سے ننّھے نے سُنا جس وقت یہ پیارا جواب
ہنس کے یُوں بولا کہ باقی پھر کریں گے ہم حساب
آپ اگر سچ کہہ رہی ہیں، چلیے اِتنا کیجیے
ایک اُن میں سے مجھے اِس وقت ہی دے دیجیے



چوری کی مٹھائی

صندوق میں سنبھال کے حصّے کی مٹھائی
کچھ دیر کو بازار گئے پیٹو کے بھائی
پیٹو کے لیے دوستو! میدان تھا اب صاف
اُس کی تو بہت جلد ہی اُمّید بر آئی
اُس نے کیا اب دل سے یہ اقرار کہ اچھا
کچھ آج دِکھانی پڑی ہاتھوں کی صفائی
پھر کیا تھا بس امّی سے ذرا آنکھ بچا کر
بھائی کی مٹھائی بڑے کرتب سے اُڑائی
کھا پی کے اُسے دِل میں یہ کہنے لگا پیٹو
کیا خوب مزہ دیتی ہے چوری کی مٹھائی



بس کا اِنتظار

(مرزا غالبؔ کی رُوح سے معافی مانگ کر)

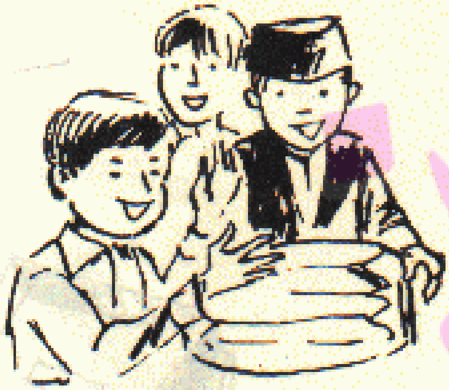
اب کوئی بس اِدھر نہیں آتی
جانے کیا سوچ کر نہیں آتی

پہلے آتی تھی آدھ گھنٹے میں
اب تو گھنٹوں نظر نہیں آتی

بس کا جو اِنتظار کرتے ہیں
شرم اُن کو مگر نہیں آتی

کیا کریں اب تو بس کے آنے کی
"کوئی صُورت نظر نہیں آتی"

بس کا غم اِس قدر ہے اے بزمیؔ!
نیند بھی رات بھر نہیں آتی



بچّوں کی قوّالی

(مرزا غالب کی رُوح سے معافی مانگ کر)

"حیران ہُوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں"
یا مدرسے سے بھاگ چلوں اپنے گھر کو میں

پٹنا پڑا کلاس میں مُجھ کو ہزار بار
انگلش سُنا سکا نہ کبھی ماسٹر کو میں

ہوتی نہ "مولا بخش" کو مُجھ سے جو دُشمنی
ہر روز پٹ کے اِس طرح آتا نہ گھر کو میں

یُونہی جھگڑ کے راہ میں موٹو سے کھائی مار
سہلا رہا ہُوں دیر سے اب اپنے سر کو میں

ابّا کو کِس طرح نہ بتاؤں کہ فیل ہُوں
کیسے چھپاؤں اُن سے اب ایسی خبر کو میں

مُجھ کو ہر ایک پرچے میں انڈے ملے ہیں دوست!
قِسمت کو رو رہا ہُوں پکڑ اپنے سر کو میں

ہر سمت مجھ پہ لوگ اُٹھاتے ہیں اُنگلیاں
بزمی! یہ سوچتا ہُوں کہ جاؤں کِدھر کو میں



بچّوں کی قوّالی

(مرزا غالب کی رُوح سے معافی مانگ کر)

"رُہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو"
ماسٹر کوئی نہ ہو اور امتحاں کوئی نہ ہو

ایک ہے ڈنڈے کا خطرہ، ایک جرمانے کا ڈر
جس جگہ ایسی بلائیں ہوں، وہاں کوئی نہ ہو

سائنس، انگریزی، حساب، الجبرا اور جیومیٹری
اِن بلاؤں کا کہیں نام و نشاں کوئی نہ ہو

جانے کن صدیوں سے پٹتے آ گئے ہیں ہم آج تک
اِس قدر مجبور دُنیا میں میاں! کوئی نہ ہو

ہم اگر ڈنڈا چھپا دیں یا کوئی جلسہ کریں
اپنی اِن سرگرمیوں کا رازداں کوئی نہ ہو

اب تو تنگ آ کر نکلتی ہے یہی دِل سے دعا
"مہرباں کوئی نہ ہو، نامہرباں کوئی نہ ہو"

ہم پہ گر یونہی نہ "مولا بخش" کا نزلہ گرے
پھر تو بزمی! ماسٹر سے بدگماں کوئی نہ ہو



بچّوں کی قوّالی

(مرزا غالب کی رُوح سے معافی مانگ کر)

بھرے اسکول میں لڑکے ہمارے ڈھب کے کم نکلے
بتاؤ کیوں نہ آخر جی جلے، کیسے نہ دم نکلے

غضب ہے بن کے "مُرغا" بعد میں پھر مُسکرا دینا
قسم ہے اِس قدر جرأت کے مالک ایک ہم نکلے

فقط شطرنج ہے بستے میں یا کچھ گولیاں یارو!
قسم لے لو جو اپنے پاس کاپی یا قلم نکلے

جُونہی سردی میں "مولا بخش" نے دِکھلائی سرگرمی
اسی دم سارے بل سیدھے ہوئے، سب پیچ و خم نکلے

شرارت میں ہمارا مرتبہ اَوروں سے بڑھ کر تھا
ہوا جب امتحاں، نمبر ہمارے سب سے کم نکلے

گئے سُننے جب اپنے امتحاں کا فیصلہ، یارو!
تو اِستقبال کرنے کے لیے افسوس و غم نکلے

ہوئے جس شان سے ہم فیل چوتھی بار اے بزمی!
حقیقت ہے کہ اِس خوبی کے مالک اور کم نکلے



بچّوں کی قوّالی

(سیّد اِنشا مرحوم کی رُوح سے معافی مانگ کر)

کمر باندھے ہوئے پٹنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت "مُرغا" بنے باقی جو ہیں تیّار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے مولا بخش! آخر تجھے کیا بیر ہے ہم سے
"تجھے اٹکھیلیاں سُوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں"

تصوّر فرش پر ہے اور سر ہے اپنے گھٹنوں میں
غرض ہم ماسٹر سے خُوب کھا کر مار بیٹھے ہیں

یہ انگریزی، یہ الجبرا، یہ تاریخ اور یہ سائنس
"میاں رو پیٹ کر اِن سب کو ہم یک بار بیٹھے ہیں"

کچھ اِتنا کھا گئے ہیں آج حلوا بھول کر یارو!
"نہیں اُٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں"

ہمیں معلوم ہے سب کچھ کہ وہ "غدّار" ہیں سارے
جنھیں کہتے ہیں، اگلے بنچ پر ہُشیار بیٹھے ہیں

جماعت میں کسے چھوڑا ہے "مولا بخش" نے بزمی!
"غنیمت ہے کہ ہم صُورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں"



بچّوں کی قوّالی

(علامہ اقبالؒ کی رُوح سے معافی مانگ کر)

دِل کس طرح بُھلا دے بچپن کا وہ زمانہ
چلتا تھا جس کے دم سے خوشیوں کا کارخانہ

اپنی شرارتوں سے "رُستم" بھی کانپتا تھا
وہ وقت بن گیا ہے، بُھولا ہوا فسانہ

لڑکوں کو تنگ کرنا، ہر وقت لڑتے رہنا
وہ دَور اب کہاں ہے، کس جا ہے وہ زمانہ

سو بار ماسٹر تک پہنچی شکایت اپنی
سو بار بچ گئے ہم کر کے نیا بہانہ

کوّے کی کائیں کائیں، بندر کی چڑچڑاہٹ
ہر شور و غل بھی اپنے حق میں تھا اِک ترانہ

بچپن کا وقت بے شک ہوتا ہے بادشاہی
آنہ بھی جب کہ ہم کو لگتا ہے اِک خزانہ

وہ خوش نصیب ہیں جو مکتب میں پڑھ رہے ہیں
دنیا میں اِس سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا!



بچّوں کی قوّالی

(شادؔ عظیم آبادی کی رُوح سے معافی مانگ کر)

اگر اِسکول میں پایا گیا ہُوں
میں خود آیا نہیں، لایا گیا ہُوں
"کھلونے" میری قسمت میں کہاں تھے
"کتابیں" دے کے بہلایا گیا ہُوں
اگر اسکول سے بھاگا ہُوں یارو!
تو یاروں ہی سے بہکایا گیا ہُوں
ہزاروں بار "مُرغا" بن چکا ہوں
ہزاروں بار "فلمایا" گیا ہُوں
مجھے ابّا نے بھی پیٹا ہے لوگو!
اور امّی سے بھی دھمکایا گیا ہُوں
مرے ہاتھوں پہ مولا بخش برسا
میں گرمی میں بھی "گرمایا" گیا ہُوں
مری قسمت بھی یہ کیسی ہے بزمی!
مَیں سردی میں بھی نہلایا گیا ہُوں



بچّوں کی غزل

جیسے ہوا کا جھونکا اِدھر سے اُدھر گیا
ایسے ہی چھُٹیوں کا زمانہ گزر گیا

ہر وقت جب کہ کھیل سے رہتا تھا اپنا کام
بچپن کا وہ زمانہ نہ جانے کدھر گیا

ہم کیسے مولا بخش کا مُنہ دیکھتے رہیں
اب تو ہمارے صبر کا پیمانہ بھر گیا

تنگ آ کے ماسٹر سے نہ ہم مدرسے گئے
بپھر گیا تھا اُن کا اور بھی غصّہ بکھر گیا

"مُرغا" ضرور بننا پڑے گا کلاس میں
مجھ کو یقیں ہے آج میں اسکول اگر گیا

اسکول سے جو بھاگے تو پاؤں پھسل پڑا
بستہ بغل سے گر پڑا، نالی میں سر گیا

بزمی! میں اپنے یار کا دِل سے ہوں قدرداں
جو فیل ہو کے نام شہیدوں میں کر گیا

بچّوں کی غزل

اوروں کو شعر دے کے غزل خواں بنا دیا
لو ہم نے شاعری کو بھی آساں بنا دیا

مکتب میں بیل بوٹے بنانا تھا اپنا کام
کاپی کے ہر ورق کو گلستاں بنا دیا

ہم نے سفید جھوٹ بھی بولا ہے کچھ اس طرح
لڑکوں کو مثلِ آئینہ حیراں بنا دیا

مکتب کی سختیوں کے فسانے تراش کر
دریا کی موج کو طوفاں بنا دیا

دُنیا میں علم ایک بڑی چیز ہے جناب!
اس علم نے گڈریوں کو سُلطاں بنا دیا

دُنیا میں "مولا بخش" سا رہبر نہ مل سکا
جس نے بڑے بڑوں کو بھی انساں بنا دیا

بزمی! کلاس رُوم میں فٹ بال کھیل کر
مکتب کو ہم نے کھیل کر میداں بنا دیا

بچّوں کی غزل

خُوشی سے تم ہر اِک دعوت اُڑاؤ
وہاں پیٹو کو لیکن مت بُلاؤ
تم اپنا وقت یُوں ہی مت گنواؤ
اُٹھو، محنت کرو، اِنعام پاؤ
اگر محنت نہیں کرتے تو بھائی
مزے سے ماسٹر کے بید کھاؤ
ہوئی موٹو کے بھیّا جی کی شادی
تو پھر بس وہ تھے اور زردہ پُلاؤ
ارے سردی کا موسم آ گیا ہے
نہ "مولا بخش" کو گرمی دلاؤ
یہ "مولا بخش" کا کہنا ہے بچّو!
مُصیبت میں بھی ہر دم مُسکراؤ
اکیلے ہی اکیلے ہنس رہے ہو
بھئی! بزمی کو بھی کچھ تو بتاؤ

بچّوں کی غزل

زہر چوری کی مٹھائی ہو گئی
آج پپّو کی پٹائی ہو گئی

آ رہا تھا پٹ کے میں اسکول سے
رہ میں موٹو سے لڑائی ہو گئی

آپ نے نتھنے پھُلائے کس لیے
مجھ سے آخر کیا بُرائی ہو گئی

توڑ ڈالا میں نے "مولا بخش" اگر
کیوں مری دشمن خدائی ہو گئی

ماسٹر کے قہر سے گر بچ گیا
میں یہ سمجھوں گا، رہائی ہو گئی

ہر برس گر فیل ہی ہوتے رہے
بس تو بھیّا پھر پڑھائی ہو گئی

دُودھ پر پپّو کی نظریں جب پڑیں
سارے برتن کی صفائی ہو گئی

بچّوں کی غزل

پین چُرانے کے لیے کہتا تھا سردآرا مجھے
دے رہے ہیں آپ کیوں الزام پھر سارا مجھے

جانے ابّا جان کیوں رہتے ہیں مُجھ سے یُوں خفا
امّی تو کہتی ہیں اب بھی آنکھ کا "تارا" مجھے

نقل اُڑائی تھی اگر میں نے تو اپنے دوست کی
ماسٹر نے کس خطا پر اس قدر مارا مجھے

کہہ رہے تھے ماسٹر جی کل یہ "مولا بخش" سے
سچ تو یہ ہے تُو ہے ہر اک چیز سے پیارا مجھے

ساری دُنیا کے میں کرتب جانتا ہُوں دوستو!
پھر بھی گھر کے لوگ کیوں کہتے ہیں ناکارا مجھے

جو بھی اُٹھتا ہے مجھی سے کام کرواتا ہے سب
کیا سمجھ رکھا ہے اِن لوگوں نے ہرکارا مجھے

ماسٹر صاحب کا غصّہ اور "مولا بخش" ہے
کون بزمی! ان سے دلوائے گا چُھٹکارا مجھے

شریر بچّوں کا ترانہ

مکتب میں شرارت کی ہم دُھوم مچا دیں گے
ہم وقت کے "رستم" ہیں کچھ کر کے دکھا دیں گے
صدیوں سے سکولوں میں جو سہتے رہے ہیں ہم
اُس ظُلم اور سختی کی دیوار گرا دیں گے
گُونجیں گی کلاسوں میں مظلُوموں کی آوازیں
جب مار پڑی ہم کو، ہم شور مچا دیں گے
مت دِل سے بُھلا دینا، یہ اور زمانہ ہے
نقصان اُٹھائیں گے، ٹیچر جو سزا دیں گے
اسکول کے پھُولوں کو مت توڑنا تم ورنہ
اُستاد جی ڈنڈے سے ہاتھوں کو سُجا دیں گے
موجوں سے لڑیں گے ہم ٹکرائیں کے طوفاں سے
جس عزم کے مالک ہیں، دُنیا کو بتا دیں گے
محشر میں اگر ٹیچر جنّت میں لگا جانے
رو رو کے خُدا کو ہم سب حال سُنا دیں گے
اس ظُلم پہ ہم کب تک خاموش رہیں بزمیؔ!
تنگ آ کے کسی دِن ہم ڈنڈے کو جلا دیں گے

خوش آمدید

(اپنے بیٹے احمد خلدون کے نام)

صبا کا رُوپ، گُلوں کا نکھار بن کے رہو
تم اس چمن میں چمن کی بہار بن کے رہو
تمھاری قوم و وطن تم سے روشنی پائے
تم اپنی قوم و وطن کا وقار بن کے رہو
تمھارے نام سے علم و عمل اُجاگر ہوں
وطن کے واسطے تم افتخار بن کے رہو
تمھاری ذات سے اخلاق کو ترقّی ہو
ہر ایک دِل کے لیے دوستدار بن کے رہو
ہر ایک شخص کے ہمدرد بن کے دِکھلاؤ
تم اپنے غیر کے بھی غمگُسار بن کے رہو
خُدا ہمیشہ تمھیں گمرہی سے دُور رکھے
تم اِس جہاں میں سدا دیندار بن کے رہو
تمھارے دم سے ہمیں راحتیں مُیسّر ہوں
ہمارے دِل کا سکون و قرار بن کے رہو
ہمارے دیدہ و دِل تم سے شاد رہتے ہیں
ہم اپنے دِل سے یہ "خوش آمدید" کہتے ہیں

فوزیہ



ہر روز جب سکول سے آتی ہے فوزیہ
جو کچھ پڑھا ہو آ کے سُناتی ہے فوزیہ
مکتب میں سیکھتی ہے وہ ہر بات غور سے
پھر ایک ایک بات بتاتی ہے فوزیہ
تیار ہو کے روز وہ بس ٹھیک وقت پر
باقاعدہ سکول کو جاتی ہے فوزیہ
مکتب سے اُس کو ملتا ہے جو کچھ بھی گھر کا کام
مِس صاحبہ کو روز دِکھاتی ہے فوزیہ
گرمی ہو یا ہوں سخت کڑی سردیوں کے دِن
ہر صُبح کو ضرور نہاتی ہے فوزیہ
گھر کے تمام کاموں میں، پڑھنے کے ساتھ ساتھ
روز اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی ہے فوزیہ
کتنے ہی کام کرتی ہے چھوٹی سی عُمر میں
چائے بنا کے روز پلاتی ہے فوزیہ
کوئی بھی چیز ہو، وہ اکیلی نہ کھائے گی
بہنوں کے ساتھ بانٹ کے کھاتی ہے فوزیہ
اتوار اُس کے گڈے کی شادی کا روز ہے
ہم سب کو جب پلاؤ کھلاتی ہے فوزیہ



ببلی

مِرے پاس جس وقت آتی ہے ببلی   مجھے پیار سے گُدگُداتی ہے ببلی
سویرے بہت جاگ جاتی ہے ببلی   بہن بھائیوں کو جگاتی ہے ببلی
وہ چھوٹی ہے لیکن ذہین اس قدر ہے   کتابوں کی نظمیں سُناتی ہے ببلی
کئی عادتیں اُس کی دِل چسپ بھی ہیں   اِنھی عادتوں سے ہنساتی ہے ببلی
اگر اُس کی خاطر کوئی چیز آئے،   تو خوش ہو کے بغلیں بجاتی ہے ببلی
اُسے رنج کرنے کی عادت نہیں ہے   کہ جب دیکھیے مُسکراتی ہے ببلی
گلی میں کوئی چیز بِکنے کو آئے   تو پھر اپنی ماں کو ستاتی ہے ببلی

شرارت بھی ہے اُس کی فطرت میں شامل — جو پکڑو تو پھر بھاگ جاتی ہے ببلی
وہ پہلے تو بہنوں کو خود چھیڑتی ہے — کہو کچھ تو پھر چڑچڑاتی ہے ببلی
اگر کوئی اُس کو ذرا بات کہہ دے — تو فوراً شکایت لگاتی ہے ببلی
کھلونوں میں گڑیا سے ہے پیار اُس کو — اُسی کے سدا گیت گاتی ہے ببلی
کبھی اپنی گڑیا کو نہلا دُھلا کر — اُسے زیوروں سے سجاتی ہے ببلی
کبھی اُس کے برتن اکٹھے کرے گی — کبھی اُس کے کپڑے بناتی ہے ببلی
کبھی اپنے آپ اُس سے کرتی ہے باتیں — کبھی اُس سے پھر روٹھ جاتی ہے ببلی
مزے دار ہیں اِتنی ببلی کی باتیں — کہ گھر میں ہر اک کو ہنساتی ہے ببلی

ہے پڑھنے کا اُس کو بہت شوق بزمیؔ
اِسی واسطے مجھ کو بھاتی ہے ببلی

فوقیہ

فوقیہ جس دم سامنے آئے — جو دیکھے، وہ خوش ہو جائے
وہ اِتنی پیاری بچّی ہے — گھر بھر میں ہر ایک کو بھائے
ابھی وہ بالکل چھوٹی سی ہے — پھر بھی کتنے کھیل دِکھائے
وہ اپنے ننّھے سے "کپ" میں — دیکھو ڈال رہی ہے چائے
انڈے اور گوشت اُس کو بھائیں — وہ پھل بھی خوش ہو کر کھائے
رنگ برنگے کپڑے پہنے — بالوں میں وہ رِبَن لگائے
باتیں کرنا سیکھ رہی ہے — جو مُنھ میں آئے، کہہ جائے
پانی کو وہ "مم" کہتی ہے — چائے کو کہتی ہے "تائے"
خالہ کو "لالہ" کہتی ہے — بی بی کو "جیجی" بتلائے
سردی میں پانی سے بھاگے — گرمی ہو تو خُوب نہائے
اُس کے پاس کھلونے بھی ہیں — مُرغا، بِلّی، اُونٹ اور گائے
جب جی چاہے، چُپ رہتی ہے — جب جی چاہے، شور مچائے
جب تک جی چاہے، وہ جاگے — جب جی میں آئے، سو جائے
ابّو کو گھر آتے دیکھے! — پھر تو وہ پھُولے نہ سمائے
وہ اندازہ کر لیتی ہے — ابّو کوئی چیز ہیں لائے

سارے گھر میں شور مچا دے
ابّو آئے، ابّو آئے

بچّوں کے نام

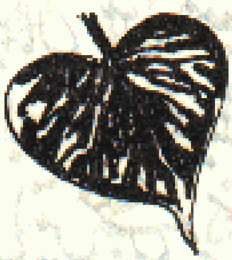


صبا کا رُوپ بنو ، صُبح کا نِکھار بنو
تم اپنے دیس کے اِس باغ کی بہار بنو
وطن کے چاند بنو اور نُور پھیلاؤ
وطن کی شان بنو ، قوم کا وقار بنو
ہمیشہ غفلت و سُستی سے دُور دُور رہو
اگر ہے نام کی خواہش تو ہوشیار بنو
اگر جہاں میں تمھیں کامیاب ہونا ہے
ہمیشہ کام کرو اور ہونہار بنو
جہاں میں جس کو بھی کمزور و غمزدہ دیکھو
تم اُس غریب کے ہمدرد و غمگُسار بنو
بُروں کے پاس کبھی بھول کر بھی مت بیٹھو
بُروں میں بیٹھ کے تم مت ذلیل و خوار بنو
ہمیشہ نیک ہی لوگوں میں تم گِنے جاؤ
ہمیشہ نیک ہی لوگوں کے دوستدار بنو
جہاں میں عدل و صداقت کو پھر کرو زندہ
تم ایسے ، قوم کی کشتی ہو جن سے پار ، بنو
کرو پھر اپنے بزرگوں کے نام کو روشن
پھر آج خالدؓ و طارقؒ کی یادگار بنو

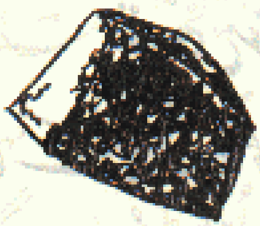
بچّوں کا قاعدہ



ا سے اُلّو، ب سے بیل
رٹتا رہے ہر روز طفیل
پ سے پان اور ت سے تیر
پڑھتی رہتی ہے توقیر



ٹ سے ٹوپی، ث سے ثمر
تم بھی کر لو یاد قمر

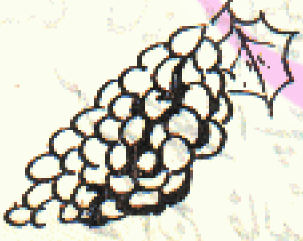


ج سے جُوتی، چ سے چاند
جس کے آگے ہر شے ماند
ح حلوائی، خ خرگوش
دانا رہتے ہیں خاموش

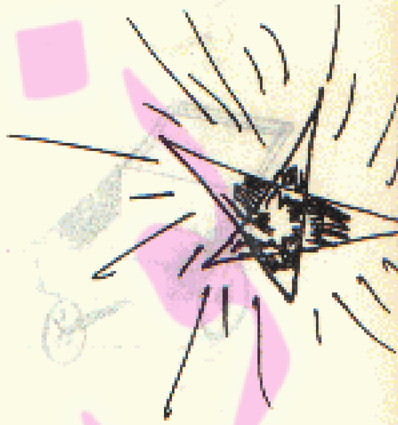
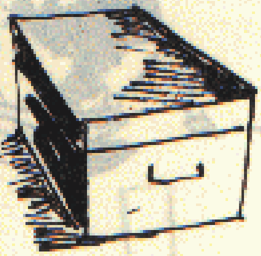




د سے دریا، ڈ سے ڈول
میرے بھائی! جھوٹ نہ بول
ذ ذخیرہ، ر سے ریل
یہ ہے انگوروں کی بیل



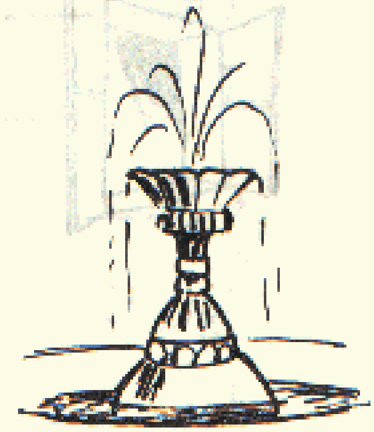
ڑ سے بڑ، ز سے زنجیر
کھا لو امرُود اور انجیر

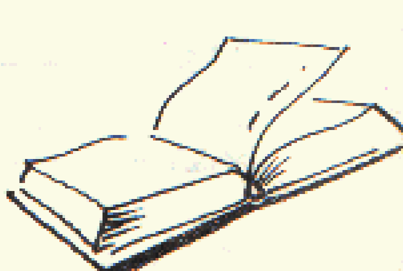
س ستارہ ، ش سے شیر
بنو بہادُر اور دلیر
ص صندوق اور ض ضعیف
بن جاؤ نیک اور شریف




ط سے طوطا ، ظ ظرُوف
اُردو کے کتنے ہیں حرُوف
ع سے عینک ، غ غُلیل
وقت پہ پڑھ اور وقت پہ کھیل




ف فوّارہ ، ق قلم
نیکی کا لہراؤ عَلَم
ک کتاب اور گ گُلاب
عِلم بڑی دولت ہے جناب!




ل سے لٹّو ، م سے مور
کمرے میں کیسا ہے شور
ن سے ناک اور و ورق
پی لو شربت اور عرق




ہ سے ہاتھی، ی سے پاک
کپڑے پہنو صاف اور پاک

گنتی

ایک ______ بن جاؤ سچّے اور نیک

دو ______ دوست نہ رکھو جھوٹے کو

تین ______ ہم سب کا اسلام ہے دین

چار ______ ہم ہیں بس نیکوں کے یار

پانچ ______ سانچ کو کب آتی ہے آنچ

چھ ______ کیا ہوتا ہے "ر" اور "تھ"

سات ______ ہم کہتے ہیں سچّی بات

آٹھ ______ جھوٹ کو مل کر مارو کاٹھ

نو ______ ہر جانب نیکی کی ضو

دس ______ نیکوں ہی کی جیت ہے بس

گیارہ ______ دھوکا مت کھاؤ دوبارہ

بارہ ______ اُٹھو اور پڑھو سیپارہ

تیرہ ______ جھوٹ ہے بدبختی کا ڈیرہ

چودہ ______ چغلی کیا ہے؟ ریت کا تودہ

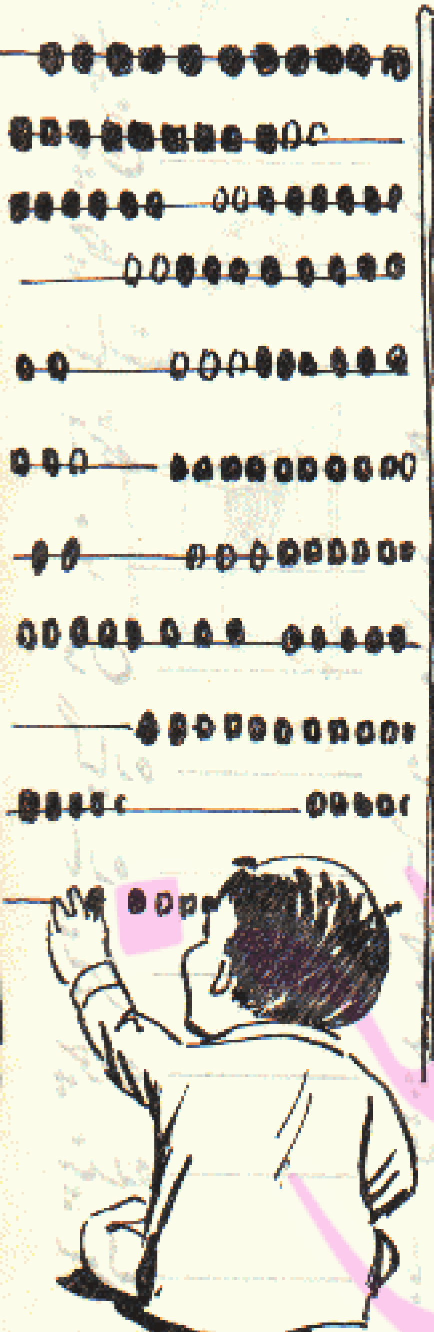
پندرہ ______ قفل ہے پنجابی میں "جندرہ"

سولہ ______ بارہ ماشوں کا ہے تولہ

سترہ ______ یہ دیکھو سونے کا پترہ

اٹھارہ ______ دریا کا ہے دُور کنارہ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰



اُنّیس ——— کیوں کرتے ہو غیر کی رِیس

بیس ——— لے کر جاؤ اپنی فیس

تیس ——— میرا بھائی ہے ادریس

چالیس ——— اپنے ہاتھ سے چکّی پیس

پچاس ——— لو بکری کو ڈالو گھاس

ساٹھ ——— موٹو کے بھی کیا ہیں ٹھاٹھ

ستّر ——— جا کر لکھ دینا خط پتّر

اسّی ——— لو گائے کو باندھو رسّی

نوّے ——— جاؤ اور اُڑاؤ کوّے

سو ——— وہ دیکھو وہ ماہِ نو

ہزار ——— تم کیوں پھرتے ہو بیکار

لاکھ ——— بُجھ گئی آگ تو رہ گئی راکھ

کروڑ ——— نیکی کی عادت مت چھوڑ

ارب ——— اس کی آنکھوں پر ہے چرب

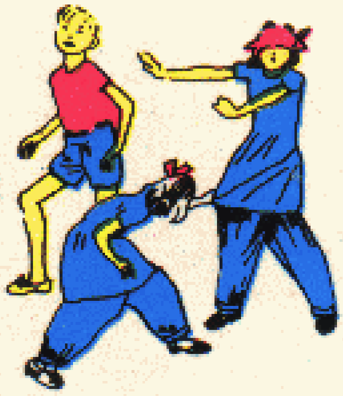
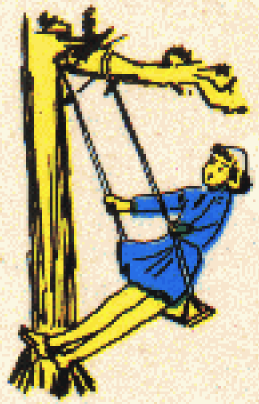
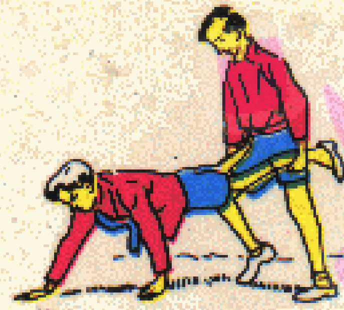
کھرب ——— کِتنا پیارا مُلک عرب

نیلم ——— کیوں کرتے ہو کوئی غم

پدم ——— اور بڑھاؤ آگے قدم

سنکھ ——— وہ پھیلائے مور نے پنکھ

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور - باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر

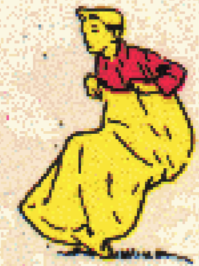







جھولنے : صُوفی غُلام مُصطفےٰ تبسّم کی، ننّھے مُنّوں کے لیے، ننّھی مُنّی نظمیں۔ ہر صفحے پر تصویر۔

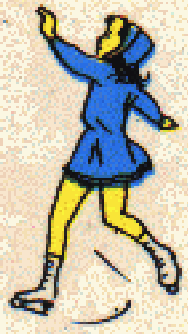
جھُنجھُنا : ننّھے مُنّوں کے لیے شہلا شبلی کی پیاری پیاری نظمیں۔ ہر صفحے پر تصویر، چار رنگوں میں۔

گُلگُلے : پروفیسر قیّوم نظر کی دِل چسپ نظمیں۔ چھوٹے بچّوں کے لیے۔ خُوب صُورت، رنگین تصویریں۔

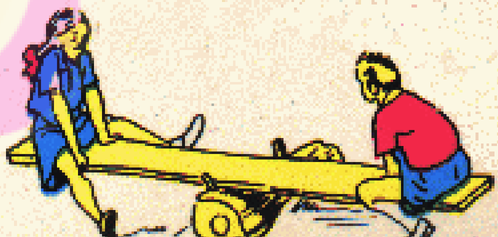



بُلبُلے : پروفیسر قیّوم نظر۔ پہلی اور دُوسری جماعت کے بچّوں کے لیے مزے دار نظمیں۔ رنگین تصویروں کے ساتھ۔

لال بُجھکّڑ : سعید لخت کی مزاحیہ منظُوم کہانی۔ ہر صفحے پر تصویر، چار رنگوں میں۔

بچّوں کے گیت : دُوسری تیسری جماعت کے بچّوں کے لیے پیارے پیارے گیت۔ ہر صفحے پر تصویر۔


969 0 00261 9